31

اشاعت کا اکتیسواں سال

Thirty First Years of Publishing

نومبر ۲۰۲۳ء

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

ARMUGHAN, PHULAT, پھلت ضلع مظفرنگر

MUZAFFAR NAGAR-251201, (U.P.) www.armughan.net

جمعیت شاہ ولی اللہ

JSW

Jamiat Shah Waliullah

₹25/-

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۳۱ شمارہ ۱۱ نومبر ۲۰۲۳ء مطابق ربیع ثانی ۱۴۴۵ھ

سر پرست :
حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مجلس مشاورت
☆ مولانا محمد طاھر ندوی
☆ مولانا محمد اقبال قاسمی
☆ مفتی محمد ھارون مظاھری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں
ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفر نگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

مدیر
وصی سلیمان ندوی

پتہ
دفتر ارمغان
پُھلت ضلع مظفر نگر
Phulat, Distt. Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob : +91-9528157838
9548893624 , 9412411876
e-mail : arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
Website: www.armughan.net

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی
سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری
مشیراعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی
مشیر قانونی : امجدعلی ایڈوکیٹ
موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ 25 روپے ❖ سالانہ 300 روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500 روپے
❖ اعزازی تعاون 1000 روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبر شپ 8000 روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا
(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

☆	(اداریہ) سلطان صلاح الدین ایوبی	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ	حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی	۱۰
☆	غزل	جناب ڈاکٹر جمیل مانوی	۱۵
☆	غزہ پر مظالم اور ہماری ذمہ داریاں	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۶
☆	کالج و یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ کی ذمہ داریاں	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۱۹
☆	غزل	جناب نعیم صدیقی مرحوم	۲۳
☆	عہد رسالت کا تعلیمی انقلاب	سالم فاروق ندوی	۲۴
☆	شراب نوشی کے دینی و دنیوی نقصانات	مفتی محمد صادق حسین قاسمی	۲۷
☆	دوسری قوموں کی ہم پرہنسی	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۳۱
☆	مولانا سید محمد شاہد سہارن پوریؒ	مولانا عبدالمتین منیری بھٹکلی	۳۳
☆	خبروں کی دنیا	محمد سعد ادریس قریشی قاسمی	۳۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

○ اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **نومبر** سے ختم ہو رہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

سلطان صلاح الدین ایوّبی

راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی شخصیت تاریخ اسلام میں حق وصداقت کی فتح کی ایک روشن ابدی دلیل کا درجہ رکھتی ہے، آپ کی پیدائش ایک متوسط درجہ کے ایک شریف کرد خاندان میں ہوئی، پھر ایک مرد مجاہد کی حیثیت سے ان کی نشونما ہوئی، مصر کی فتح اور صلیبیوں کے مقابلے میں میدان میں آنے سے پہلے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ کرد خاندان سے تعلق رکھنے والا یہ نوجوان عالم اسلام کا محافظ اور بیت المقدس کا فاتح ثابت ہوگا، اور اس سے عالم اسلام کو سربلندی اور رہتی دنیا تک مسلمانوں کی روح کو شادمانی حاصل ہوگی۔

سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب، ایوبی سلطنت کے بانی تھے۔ وہ نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم کے مشہور ترین فاتحین وحکمرانوں میں سے ایک ہیں۔ وہ 1138ء میں موجودہ عراق کے شہر تکریت میں پیدا ہوئے۔ ان کی زیر قیادت ایوبی سلطنت نے مصر، شام، یمن، عراق، حجاز اور دیار بکر پر حکومت کی۔ صلاح الدین ایوبی کو بہادری، فیاضی، حسن خلق، سخاوت اور بردباری کے باعث نہ صرف مسلمان بلکہ عیسائی بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سلطان کو فاتح بیت المقدس کہا جاتا ہے، جنہوں نے 1187ء میں یورپ کی متحدہ افواج کو عبرت ناک شکست دے کر بیت المقدس کو ان سے آزاد کروالیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سلطان صلاح الدین نے اپنے کارناموں کے باعث، سلطان نورالدین زنگی پر بھی بازی حاصل کرلی تھی، ان میں جہاد کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور بیت المقدس کی فتح ان کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ وہ متقی اور پرہیز گار تھے، دنیا کے عیش وآرام اور لذتوں سے کنارہ کش تھے، اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی فتح یابی ان کا مقصد حیات تھا، راہ حق میں جہاد ان کی سب سے بڑی عبادت، اور روح کی غذا تھی، قدرت نے انھیں خاص طور پر بڑے کارناموں کے لئے تیار کیا تھا، اور ویسی ہی عظیم صلاحیتیں ان کے ودیعت فرمائی تھیں۔

انھوں نے مسلسل جنگ کے نتیجہ میں، مصر اور اس کے بعد 1182ء تک شام، موصل، حلب وغیرہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیے تھے۔ اس دوران میں صلیبی سردار ریناللڈ کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ چار سالہ معاہدہ صلح ہو چکا تھا جس کی رو سے دونوں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے پابند تھے، لیکن یہ معاہدہ محض کاغذی اور رسمی ثابت ہوا۔ صلیبی بدستور اپنی اشتعال انگیزیوں میں مصروف رہے، وہ مسلمانوں کے قافلوں کو برابر لوٹ رہے تھے۔ 1186ء میں عیسائیوں کے ایک ایسے ہی حملے میں ریناللڈ نے یہ جسارت کی کہ بہت سے دیگر عیسائی امرا کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کی غرض سے حجاز مقدس پر حملہ آور ہوگیا۔ صلاح الدین ایوبی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے لئے یہ حملہ ناقابل برداشت تھا، اس نے ان کی سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے اقدامات کیے اور فوراً رینالڈ کا تعاقب کرتے ہوئے حطّین کے مقام میں اسے جالیا، اور پھر حطین کا وہ تاریخی معرکہ پیش کیا، جس نے دنیا کی تاریخ بدل دی۔ اس جنگ میں تیس ہزار عیسائی ہلاک ہوئے، اور تقریباً اتنے ہی قیدی بنائے گئے تھے۔ خود رینالڈ گرفتار ہوا اور سلطان نے اپنے ہاتھوں سے اس کا سر قلم کردیا۔ دراصل رینالڈ نے سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی، اور سلطان صلاح الدین نے اس کو اپنے ہاتھوں سے مارنے کی قسم کھائی تھی۔

حطّین کی اس فتح کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کی طرف رخ کیا، ایک ہفتہ تک خونریز جنگ کے بعد عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور رحم کی درخواست کی۔ اور اس فتح کے نتیجہ میں بیت المقدس پورے 88 سال بعد دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور دو ایک مزید مقابلوں کے بعد فلسطین سے مسیحی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ بیت المقدس کی یہ فتح صلاح الدین ایوبی کا عظیم الشان کارنامہ تھا۔

بیت المقدس پر فتح کے بعد یروشلم کی وہ مسیحی سلطنت ختم ہوگئی جو فلسطین میں تقریباً 88 سال سے قائم تھی، اور پھر فلسطین پر کسی نہ کسی طرح تقریباً 761 سال تک مسلمانوں کا تسلط رہا، بالآخر 1948 میں امریکہ برطانیہ فرانس وغیرہ کی سازش سے فلسطین کے علاقہ میں یہودی سلطنت قائم کی گئی، اور 1967 کی عرب اسرائیل جنگ میں بیت المقدس پر اسرائیل نے قبضہ کرلیا، جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ 4 مارچ 1193 کو سلطان صلاح الدین ایوبی کا انتقال ہوگیا، انہیں شام کے دارالحکومت دمشق میں مسجد امیہ کے نواح میں سپرد خاک کیا گیا، سلطان صلاح الدین نے کل 20 سال حکومت کی۔

صلاح الدین بڑے بہادر اور فیاض تھے۔ لڑائیوں میں انھوں نے عیسائیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ عیسائی آج بھی ان کی عزت کرتے ہیں۔ سلطان صلاح الدین کا غیر مسلموں سے سلوک عین اسلامی تعلیمات کے مطابق تھا اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق بھی اسی طرح محفوظ ہوئے ہیں جس طرح مسلمانوں کے۔ موجودہ دور کے ایک انگریز مورخ لین پول نے بھی سلطان کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کے ہم عصر بادشاہوں اور ان میں ایک عجیب فرق تھا۔ بادشاہوں نے اپنے جاہ و جلال کے سبب عزت پائی اور اس نے عوام سے محبت اور ان کے معاملات میں دلچسپی لے کر ہر دل عزیزی کی دولت کمائی۔

فتح بیت المقدس کی فتح کے سبب سلطان صلاح الدین کا نام آج تک زندہ ہے، اور تاریخ اسلام میں اسے ایک عظیم فاتح، ایک بڑے جرنیل، ایک رحم دل حکمراں، ایک انصاف پسند حاکم کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے، آج بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ ہے، اور مسلمانوں کے عین قلب میں اسرائیل کی شکل میں ایک غاصب سلطنت قائم ہے، جس نے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے، اور ظلم وستم کی تمام حدیں پامال کردی ہیں، ایسے میں پوری دنیا کے مسلمان ایک بار پھر سلطان صلاح الدین ایوبی کو یاد کرتے ہیں، اور اللہ کے حضور دست بہ دعا ہیں کہ ان کی صفوں میں پھر کوئی صلاح الدین پیدا ہو، پھر ارض فلسطین اور بیت المقدس کا کوئی نجات دہندہ سامنے آئے، جو مسلمانوں کی نکبت و ادبار کا موجودہ منظر نامہ تبدیل کردے۔

وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تم میں سب سے بہتر وہ جو قرآن سیکھے اور سکھائے

(ایک تفصیلی خطاب کا اقتباس)

مولانا محمد کلیم صدّیقی

حمد وصلوٰۃ کے بعد..............

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم جیسے نااہلوں کو دین کی خدمت، اپنے قرآن مجید کی تعلیم وتعلم کرنے والوں کے خدمت گذاروں میں شامل فرمایا، مجھے نااہلی کی یہ بات اپنے بارے میں کہنی چاہئے تھی، آدمی اپنے ہی بارے میں کسی نااہلی کے اظہار کا حق رکھتا ہے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو دنیا کے سب سے زیادہ برگزیدہ بندے ہوتے ہیں، اور سب سے زیادہ باصلاحیت، علم کے اعتبار سے، عمل کے اعتبار سے، ایمان واخلاق کے اعتبار سے، کردار کے اعتبار سے۔ ہر نبی نے اس بات کا اقرار کیا کہ اے اللہ آپ کے دین کی خدمت کا حق ادا کرنے کا میں اہل نہیں ہوں، ظاہر ہے پھر ان کی نیابت میں بلکہ آپ سب کی جانب سے اگر یہ بات کہی جائے تو برحق ہے، اس لئے کہ دین کی نسبت اللہ کی ذات عالی کی جانب ہے اور ہم لوگ ظاہر ہے کہ کسی بھی طرح اس دین کی خدمت کے اہل نہیں ہیں۔ یوں بھی اللہ کا دین ہماری خدمات کا محتاج نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لئے اور اس کی نشرواشاعت کے لئے انبیاء کا بھی محتاج نہیں، ہماری تو کیا حیثیت ہے، وہ تو بے نیاز ہے، اللہ نے محض اپنے فضل سے اس کام پر لگایا، یہ کام اتنا اعلی، اتنا اونچا ہے تعلیم وتعلم کا، مدارس دینیہ کی خدمت کا، تعلیم وتعلم کرنے والوں کی خدمت گذاری کا، کہ سب سچوں کے سردار جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے: ہم بار بار اس کو پڑھتے ہیں، کہتے اور سنتے ہیں، اتنی مشہور روایت ہے کہ عربی مدارس کے جلسوں میں دو تین بار آنے والے آدمی کو اس کے عربی کے الفاظ یاد ہو جاتے ہیں:

خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمه

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور سکھائے

یعنی پڑھے اور پڑھائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس میں خیریّت کی اصل وجہ پڑھانا ہے، پڑھنے کو ضمناً ذکر کیا ہے، کہ پڑھے گا نہیں تو پڑھائے گا کیسے؟ اور پڑھنے والے بھی اس میں شامل ہیں کہ پڑھانے کی نیت سے پڑھیں، تو گویا قیامت تک آنے والے لوگوں سے اللہ کے نبی ﷺ کا خطاب ہے: بادشاہوں سے خطاب ہے، امیروں سے خطاب ہے، رئیسوں سے خطاب ہے، کمشنروں سے خطاب ہے، منسٹروں سے خطاب ہے، صوفیوں سے خطاب ہے، عالموں سے خطاب ہے، سب سے خطاب ہے، **خیرکم من تعلم القرآن وعلمه**، تم میں سب سے افضل وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور سکھائے۔ اب ظاہر ہے کہ مدارس کا قیام قرآن مجید کے تعلیم وتعلم کی نسبت سے ہے، اور اسی نسبت سے ہم یہاں پر جمع ہیں، تو ہم جتنا بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے، کہ اللہ نے ایسی عظم سب سے محترم خدمت کے لئے اور منصب کے لئے ہمیں قبول فرمایا ہے، بلا استحقاق محض اپنے فضل سے۔ یہ مدارس اس قدر خدمت انجام دے رہے ہیں، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے زمانہ میں لکھا تھا کہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مدارس کی اہمیت اور اس کی قدر ومنزلت جیسے جیسے دن گذرتے جارہے ہیں، بڑھتی جارہی ہے، اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ اس زمانہ میں تو عام حالات اور ماحول ایسا تھا کہ گھروں میں تعلیم وتربیت کا نظام ہوتا تھا، لیکن رفتہ رفتہ شر غالب ہوتا جارہا ہے، تو گھروں کا ماحول ٹی وی کی وجہ سے اور ایسی ایسی شر کی چیزوں کی وجہ سے مسموم ہوگیا ہے، اور ایسا زہریلا ہوگیا ہے، کہ کہیں تھوڑی بہت امید کی کرن اگر دکھائی دیتی ہے، دین کی بقا کی، تہذیب کی بقا کی، تو صرف مدرسوں کی ان باؤنڈریوں میں دکھائی دیتی ہے۔ تو یہ صورت حال ہے، وہ تو بہت پرانی بات ہے۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا ہے اپنے حضرت والا حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ کو، اور حضرت قاری صدیق احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو، ایسی عظمت ان کے دل میں تھی، دین کی خدمت کرنے والوں اور مکتب میں پڑھانے والوں کی، کہ اگر ملت کی طرف سے استخفاف، اہانت، ناقدری کی کوئی بات ہوتی تھی، وہ لوگ اتنا زیادہ اپنے حال کو چھپانے والے تھے، میں نے بارہا دیکھا کہ بھرے اجلاس میں بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے تھے، تم لوگ ان کی قدر نہیں سمجھتے، تم لوگ چندہ والوں کو دیکھ کر حقیر سمجھتے ہو، اور اب تو حال اور بھی ابتر ہوگیا ہے کہ اس حقیر کو بھی اتنی زیادہ غیرت آتی ہے کہ ایسا ہوتا ہے، کہ ان خدام دین کی عظمت، احسان مندی اور احترام کے بجائے ان کے ساتھ اہانت آمیز رویہ اہل ثروت اختیار کرتے ہیں تو رونے کو جی چاہتا ہے۔

خود میرا بھی اس سے بھی برا حال ہوجاتا ہے، جیسے کسی لاڈلے بیٹے کے مرنے پر آدمی رویا کرتا ہے، یقیناً ایسا ہی حال ہوجاتا ہے اندر سے کلیجہ کا، جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملت میں دینی مدارس کی خدمت کرنے والوں کی ناقدری ہورہی ہے۔ میں ابھی چند سال قبل ایک پروگرام میں تھا، جامعہ سبیل السلام ایک بہت ہی مثالی مدرسہ الحمد للہ دہلی میں چل رہا ہے، تو وہاں مولانا جنید صاحب نے، جو مدرسہ کے مہتمم ہیں، سرپرستوں کے سامنے یہ بات کہی کہ ہم چاہتے ہیں کہ اپنا کلیجہ نکال کر ان بچوں کو دے دیں اور اس کے سینہ میں علم انڈیل دیں۔ لیکن سرپرست ہمارا ساتھ نہیں دیتے، ایسی ایسی چیزوں کے لئے چھٹی مانگتے ہیں، جن کی علم دین کے مقابلہ میں کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی، اور چھٹی کو منع کرتے ہیں تو بچوں کو اٹھا لینے کی دھمکی دیتے ہیں، انھوں نے یہ بات زور دے کر کہی کہ اتنے دن ہمیں مدرسہ چلاتے ہوگئے اور ان کی آواز رندھ گئی اور آنکھوں میں آنسو آگئے، کہا کہ ہمیں یاد نہیں کہ مدرسہ کے سرپرستوں میں کوئی ایسا خوش قسمت ہو، جن کی شادیوں کی تقریبات اور سفر کے پروگرام ہمارے مدرسہ کی چھٹی کا لحاظ کر کے بنائے جاتے ہوں، ان میں جمعہ کے دن یا عید کی چھٹی کا لحاظ کیا جاتا ہو۔ سنڈے کا دن، ونٹر ویکیشن اور اسکول کی چھٹیوں کا تو لحاظ کیا جاتا ہے، لیکن مدرسہ کی تعلیم کی کوئی اہمیت نہیں۔ اسی پروگرام میں حقیر نے یہ بات کہی اور اللہ تعالی نے بہت سچی بات کہلوائی: یہ حقیر ہر وقت سفر میں رہتا ہے، سفر میں بہت سے تجربات اور بہت سے حقائق سامنے آتے ہیں، دنیا بھر کے حالات سامنے رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے، کہ برصغیر میں کہیں بھی کسی جگہ پر، دین کی کوئی روشنی، یا کوئی کرن پائی جاتی ہے، کسی کے سر پر ٹوپی، کسی کے چہرہ پر داڑھی کسی کو سبحان اللہ کہنے کی توفیق ہوئی ہے، کسی کو نماز یاد ہوئی ہے، کسی کو وضو کرنے کا طریقہ آیا ہے، کسی کو وضو خانہ بنانے کی توفیق ہوئی ہے، کسی کو مسجد کا منارہ بنانے کا موقع آیا ہے، کسی کو عمرہ یا حج کرنے کی توفیق ہوئی ہے، کسی کو چلہ، چار مہینہ، چالیس دن لگانے، مسجد وار جماعت، اور صبح وشام کے مشورے یہ سب کرنے کی توفیق ہوئی ہے، رائے پور کی خانقاہ سے لا الہ الا اللہ کی صدا نکلی ہے، خواجہ معین الدین چشتی جیسے بزرگوں نے یہاں ہندوستان میں آکر دعوت کی آواز لگائی ہے، خواجہ نظام الدین اولیاء جیسے بزرگوں نے دنیا کے لوگوں کو اللہ سے ملایا ہے، کہیں پر کوئی دین کی رمق پائی جاتی ہے، غرض برصغیر کی کسی جگہ کوئی روشنی دین کے نام سے دکھائی دیتی ہو، چاہے وہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ظاہری ہو یا باطنی ہو، اور چاہے وہ حقیقت میں پائی جاتی ہو، اس میں آخری درجہ میں مدرسہ کا آخری درجہ کا ناقد اور مخالف یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ اس کے پیچھے کسی مدرسہ کا فیض نہیں ہے۔ اس حقیقت کے سمجھنے کے بعد دینی مدارس اور مکاتب سے بدگمانی اور ان کی مخالفت میں ان کی ناقدری اور استخفاف، اپنی مسلمانی اور دین سے دشمنی ہے۔

ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں ایک چھوٹا مدرسہ جو بہت بے نظمی اور غیر ذمہ داری کے ساتھ چل رہا ہو، جس کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ دکان کھول رکھی ہے، واقعی دوکان کے طور پر چل رہا ہو، اس کے اندر اتنی خیر اتنی بھلائیاں جنم لے رہی ہیں، جو اس مدرسہ کے علاوہ دوسری لائن کی بڑی دیانت اور سلیقہ سے کی جانے والی کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتیں۔ ابھی یہ حقیر مدھیہ پردیش کے علاقہ میں گیا تھا، وہاں ہمارے ایک مخلص اور جذباتی داعی ہیں، وہ کہنے لگے کہ پورے علاقہ کے دو تین ضلعوں میں یہاں پر باقاعدہ کوئی دینی مدرسہ نہیں ہے، یہاں پر کوئی اچھا سا مدرسہ قائم کروانا چاہئے۔ اس دن کئی پروگرام تھے، دو دن کا دورہ تھا، میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مدرسہ کا بورڈ لگا ہوا ہے، اچھی خاصی تعمیر بھی ہے، اور وہاں بچے بھی پڑھ رہے ہیں، میں نے ان کا نام لے کر کہا، دیکھو تم تو یہ کہہ رہے ہو کہ کوئی مدرسہ نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: حضرت! اس مدرسہ میں بہت تھوڑے بچے ہیں اور بس چندہ کرنے والے ہیں، اور پانچ چھ سات سفیر ہیں، تھوڑی دور آگے چلے تو پندرہ بیس کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک اور مدرسہ نظر آیا، اس حقیر نے اپنے ان بزرگ ساتھی سے کہا، یہاں تو اتنے مدرسے ہیں ماشاء اللہ۔ بولے نہیں حضرت، یہ مدرسے نہیں ہیں، یہ سب دوکانیں ہیں، میں نے کہا اچھا بتاؤ، کتنے سفیر مدرسہ میں کام کر رہے ہیں، تمہارے خیال سے، انھوں نے کہا آٹھ سفیر کام کر رہے ہیں، کسی میں تو نو سفیر ہیں، کسی میں دس سفیر بھی ہیں، میں نے پوچھا وہ مسلمانوں سے چندہ لے رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، میں نے کہا یہ خود ایک بہت بڑی دینی خدمت ہے کہ مسلمانوں کو دینی خدمت میں خرچ کرنے کی عادت ڈالی جائے، چندہ لیتے ہیں تو خرچ کی عادت ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت اور غربت کو مال داری میں بدلنے کے لئے اس سے بہتر مجھے کوئی اسکیم، بزنس یا کوئی دھندہ نہیں لگتا کہ مسلمانوں کے اندر دین پر خرچ کرنے کی عادت ڈالی جائے، جتنا زیادہ خرچ کرتے جائیں گے، اتنے ہی مالدار بنتے جائیں گے، دنیا کے ہر بزنس میں نفع ہو یہ ضروری نہیں، لیکن آج تک کوئی آدمی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ اس نے دینی کام میں خرچ کیا ہو کسی مدرسہ کو چندہ دیا ہو، اور اس کا کاروبار نہ بڑھا ہو، آخرت میں تو اس کی نیت کے اوپر ہوگا، مگر یہاں دنیا میں کاروبار ضرور بڑھے گا، کم از کم دس گنا۔ یہ مدرسہ والے کم از کم مسلمانوں میں، دینی کاموں میں خرچ کرنے کی عادت ڈال رہے ہیں، اور اس طرح سے مسلمانوں کا کاروبار بڑھا رہے ہیں، پھر آٹھ سفیر ہیں اور مدرس کتنے ہیں؟ انھوں نے کہا چار پانچ مدرس بھی ہیں، تو اس مدرسہ سے ان آٹھ اور پانچ خاندانوں کو روزگار مل رہا ہے، یہ بھی تو ایک ملی کام ہے۔ میں نے پوچھا کہ بچے کتنے پڑھ رہے ہیں؟ کہا کہ بیس پچیس بچے باہر کے رہتے ہیں۔ میں نے کہا کچھ مقامی بھی آتے ہوں گے؟ کہنے لگے وہ بھی بیس پچیس ہیں، میں نے کہا بیس پچیس مقامی بچوں کو پڑھانا اور بیس پچیس باہر کے بچوں کو رکھنا کتنا بڑا کام ہے، ان کو ایک سال میں کلمہ تو یاد کراتے ہی ہوں گے، نماز بھی یاد کرادیتے ہوں گے؟ بولے نماز تو سب کو سو فیصد یاد ہوتی ہے میں نے کہا پچاس مسلمان بچوں کو ارتداد سے بچا کر، کفر و شرک سے بچا کر وہ انھیں نماز یاد کراتے ہیں، اور جو بچے یہاں اس عمر میں کلمہ نماز پڑھ لیں گے تو انشاء اللہ کبھی مرتد نہیں ہوں گے۔ پچاس مسلمانوں کو، ان کی نسلوں کو یہ نماز روزہ یاد کرا کے، کفر و شرک سے بچا رہے ہیں یہ چھوٹا کام ہے؟ کہنے لگے، میں کان پکڑتا ہوں، واقعی بڑی مفید خدمت ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خیر کم من تعلم القرآن وعلمه

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو دین سیکھے اور سکھائے

ہماری کتنی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیں اتنے بڑے کام میں لگا لیا ہے، اللہ کا قانون ہے :

لئن شکرتم، لأزیدنکم، ولئن کفرتم ان عذابی لشدید.

شکر گذاری پر نعمت کو بڑھاتے ہیں، اور ناشکری پر نعمت کو چھین لیتے ہیں۔

میرے بزرگو! یہ ہماری بڑی کم زوری ہے کہ ہم مجبوری سمجھ کر مدارس میں اکثر کام کرتے ہیں، ہمیں تو ایک نازکی کیفیت کے ساتھ، شکر کی حالت کے ساتھ، اور اس خیال سے کہ اللہ تعالی نے سب سے بڑی عبادت اور ملت کی سب سے بڑی خدمت پر ہمیں لگایا ہے، کام کرنا چاہئے۔ ایک تو کہ یہ ہمارے دلوں میں بہت زیادہ شکر کی کیفیت ہونی چاہئے، کہ ہم اس کے اہل نہیں ہیں، یقیناً اس کیفیت کے ساتھ کہ یہ اللہ کی بھیک ہے، اس کی عطا ہے۔ لیکن جب آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میرا کمال ہے: انما اوتیت علی علم عندی تو یہ چیز اس کے اندر تکبر پیدا کرتی ہے، غرور پیدا کرتی ہے، اکڑ پیدا کرتی ہیں، لیکن اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کا فضل اور اس کی توفیق ہے، اور اللہ کی طرف سے بھیک ہے، تو اس کو اور نوازا جاتا ہے، کسی کو بھیک ملتی ہے، تو بھیک سے کبھی سر اکڑتا ہے؟ بلکہ اور زیادہ جھکتا ہے۔ یہ ہے اصل میں شکر کی توفیق، تو ہم لوگ بھی شکر کریں، اس لئے کہ اللہ تعالی نے ہمیں یہ موقع عطا فرمایا ہے، دین کی خدمت تو اعلی ہے ہی، یہ سب سے اعلیٰ عبادت ہے، مگر یہ عبادت اللہ کو پسند آجائے تبھی تو مزا ہے، عبادت تو وہی ہے، جو اللہ کو پسند آجائے، اللہ کے یہاں قبول ہو جائے۔ سکھیاں کسی سہیلی کو دلہن بنا رہی تھیں، بہت حسین لڑکی تھی، سجا دیا تو اور بھی حسین لگنے لگی، سہیلیاں کہنے لگیں، ہماری سہیلی کتنی حسین ہے، تو وہ رونے لگی، سہیلیوں نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ جواب دیا تمہیں خوب صورت لگنے سے کیا ہوتا ہے، اس کو جس سے بندھ رہی ہوں اس کو حسین لگوں، اصل میں پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے، تو اگر یہ خدمت ہمارے اللہ کو قبول ہو جائے تو مزا ہے۔ ہمیں بھی اس طرح سوچنا چاہئے۔

ہمارے مسلمان ہونے کا حق یہ ہے کہ صرف اسی کے لئے کام کریں، ہمارا نام اسی اللہ نے مسلمان رکھا ہے: **ھو سماکم المسلمین** یعنی اس ایک کے سامنے خود سپردگی اور سرینڈر کرنے والا، تو صرف اور صرف سچی بات یہ ہے کہ زندگی کا ہر کام ہمیں اسی کی رضا کے لئے کرنا چاہئے اور بلا شبہ یہ بات صحیح ہے کہ تھوڑا سا ہم عمل کرتے ہیں، تو اگر وہ اللہ کے علاوہ غیر کو خوش کرنے کے لئے کریں گے، چند ٹکوں کے لئے، نام کے لئے، دوسروں کی خوشی اور چندہ دینے والوں کے لئے وہ کہیں کہ واہ کیا اچھا مدرسہ چل رہا ہے۔ چند سکوں کے لئے مدرسہ چلانا، ان کی خدمت کرنا، یا بستی کے کچھ بڑے ذمہ دار لوگوں کے سامنے وقار و عزت قائم کرنا، یا علاقہ میں نام ہو جائے اس کے لئے کام کرنا، سچی بات یہ ہے کہ یہ بہت ہی ناعقلی کی بات ہے۔

جب ہمارا ایمان ہے کہ شہنشاہ مطلق مالک الملک اللہ ہے، جب ہم کوئی کام اللہ کو خوش کرنے کے لئے کر سکتے ہیں، ہمارا اس سے کانٹیکٹ ہو سکتا ہے، اس سے ہماری ڈیلنگ ہو سکتی ہے، تو پھر اس کے غلاموں اور بندوں کے لئے کچھ کرنا کتنی کم عقلی کی بات ہے۔ ہمارے حضرت والا حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ ایک مرتبہ رائے پور تشریف لے گئے، تو دو تین دن رہے، خانقاہ رائے پور کا عجیب سماں تھا، کیسا اِن اللہ والوں نے بندوں کو اللہ سے جوڑ دیا تھا، انھوں نے اس طرح اللہ کا نام لیا اور ایسی تواضع پیدا کی، کہ اس خانقاہ میں آج بھی ایسا لگتا ہے جیسے درخت بھی اللہ اللہ کہہ رہے ہیں اور ہر چیز جھکی جھکی ہوئی سی ہے، حضرت والا کو اپنے شیخ کی یاد آرہی تھی۔ بار بار یہ شعر پڑھ رہے تھے:

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نیندان کی ہے، شباب ان کا ہے راتیں ان کی ہیں
جن کے شانوں پر تری زلفیں پریشاں ہوگئیں

یعنی اللہ کی نظر کرم، اس سے جس کا تعلق ہوگیا وہ جس کے دل میں بس گیا، اور جس نے اس دولت کو سمجھ لیا تو یقیناً وہی مال دار ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر جیلانیؒ فرمایا کرتے تھے، اگر دنیا کے ان مالداروں، رئیسوں اور بادشاہوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ ہمارے دل میں کون سی بادشاہت ہے تو یہ جنگ لڑلڑ کے ہماری سلطنت کو چھیننے کی کوشش کریں۔ حضرت کے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے: یا شاید اپنے مواعظ میں بیان کیا ہے کہ اللہ کے علاوہ غیر اللہ سے امید رکھنے والا، اور اس کے علاوہ کچھ کام کرنے والا، ریا کے لئے، نام کے لئے، دام کے لئے، کسی بھی چیز کے لئے کام کرنے والا، کسی سے امیدیں اور آس لگانے والا کہ یہ ہمارا مدرسہ چلادے گا، فلاں بڑا مہتمم ہے، ذرا یہ خوش ہوجائیں گے، یہ بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک بادشاہِ وقت اپنے غلام کو کسی غلطی یا عتاب سے ایک درخت سے باندھ کر رکھے، اور جلاد کو بلا کر اس سے کہے، تیر مارو، وہ تیر مارتا جارہا ہے، ایک کے بعد دوسرا تیر، تو ایک آدمی بادشاہ کے دربار میں اپنی ضرورت سے آئے، اور بادشاہ کو چھوڑ کر اس غلام سے کہے بھائی تم تو اس بادشاہ سے بھی اوپر چڑھے ہوئے ہو، بادشاہ زمین پر ہے اور تم سولی پر اوپر لٹکے ہوئے ہو، تم ہم پر نظر کرم فرماؤ، کیا کہوگے اس کی حماقت کو۔ حضرت نے فرمایا: کہ ساری دنیا کے انسان اللہ کی تقدیر کے قبضہ میں بندھے ہوئے ہیں، اور سب کچھ ان کے لئے بھی مقدر ہے، کبھی تکلیف ہوتی ہے، کبھی بخار ہوتا ہے، کبھی مدرسہ میں کسی استاد کی طرف سے کوئی ذلت آمیز بات ہوتی ہے، اور احکم الحاکمین کی طرف سے فیصلہ ہوتا ہے، اللہ کو چھوڑ کر کسی سے امید رکھنے والا بالکل ایسا ہی ہے، جیسا بادشاہ وقت کو چھوڑ کر جو غلام بنا ہوا ہے، اس سے یہ چاہنا کہ وہ میرا مسئلہ حل کردے۔ یہ کتنی حماقت کی بات ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہماری خدمت اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے، بندہ کے لئے سارے راستے کھلے رکھے ہیں، یہ دین دین رحمت ہے، یہ اللہ کی رحمٰن ورحیم صفت کا مظہر ہے، یہ وہ طریقہ وضابطہ ہے کہ اس ضابطہ کی پابندی کرکے آدمی جو کام کرے گا، وہ اللہ کو پسند آئے گا، اس لئے اللہ کے حکموں اور قاعدہ کے مطابق جو لوگ کام کریں گے، اور وہ اللہ کو پسند آئے گا، یعنی محنت کوشش نتیجہ خیز ہوجائے گی، جس کوشش کے نتیجہ میں آدمی محنت کرکے کامیاب ہوجائے تو ظاہر ہے کہ اس سے آدمی کو خوشی ہوتی ہے، خواہ وہ کتنی محنت ہو، اللہ نے فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی، ورضیت لکم الاسلام دینا

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا، اور تم پر اپنی نعمتوں کا اتمام کردیا، اور تمہارے لئے اسلام کو دین بنا کر میں راضی ہوگیا۔

دین کو تمہارے لئے پسند کیا، اپنے لئے پسند نہیں کیا، مجھے ضرورت نہیں تھی، تمھاری ضرورت کے لئے پسند کیا، تمھاری فلاح کیلئے پسند کیا، ظاہر ہے کہ اللہ کو ہمارے دین کی ضرورت نہیں ہے، ساری دنیا کے لوگ اگر کافر ومشرک ہوجائیں تو اللہ تعالی کی شان گھٹنے والی نہیں ہے، اور ساری دنیا کے لوگ نبی ہوجائیں تو اللہ کی خدائی بڑھنے والی نہیں ہے۔ ہم میں سے ادنیٰ مسلمان کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے، کہ ہماری ہی ضرورت کے لئے اللہ نے یہ دین بنایا، اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور پوری دنیا کے اسٹیج کو سجا کر صدر کائنات بنا کر، اس دنیا کا دولہا بھیجا، ضرورت کی ساری چیزیں، اس کائنات میں بھیجیں، پھر ہمیں بھیجا۔

اس لئے ہمیں اللہ کی نعمت کی قدر ہونی چاہئے۔ اور دینی مدارس کو، اور ان کی کسی بھی طرح کی خدمت کو، جس کی ہمیں توفیق ہورہی ہے، بہت قدر کے ساتھ دیکھنا چاہئے، اور اس سے تعلق کو اللہ کی عطا اور اس کا فضل سمجھ کر اس کے لئے کام کرنا چاہئے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

امام الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ؒ

کی تصانیف و مؤلفات، فتاویٰ، رسائل، مکتوبات اور مجموعۂ کلام

زیر قلم تالیف: امام الہند، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

احوال، خدمات، کارنامے، تصانیف و متعلقات اور تلامذہ کا ایک باب

قسط : 2

______حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

تفسیر فتح العزیز کے خطی نسخے، طباعتیں اور ترجمے

تفسیر فتح العزیز فارسی میں ہے، جس وقت سے تفسیر عزیزی کا املاء شروع ہوا، اسی وقت سے اس کی نقلیں، لوگوں نے لینی شروع کر دی تھیں۔ ہند پاکستان اور یورپ کے کتب خانوں میں، اس کے پچاسوں قلمی نسخے موجود ہیں، جس میں سے متعدد حضرت مصنف کی حیات کے لکھے ہوئے ہیں، لیکن مجھے کسی ایسے نسخہ کا علم نہیں جو نقل کے بعد حضرت مصنف کی نظر سے گذرا ہو، یا اس پر شاہ صاحب کے قلم سے اجازت ہو۔ اس کا جو قدیم ترین نسخہ میرے علم میں ہے، وہ مولانا نواب صدیق حسن خاں کے والد، مولانا سید اولاد علی قنوجی کے قلم سے ہے۔ یہ نسخہ پانچ سو چودہ صفحات پر مشتمل ہے، ۱۲۳۸ھ [۲۳-۱۸۲۲ء] کا لکھا ہوا ہے، کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ میں محفوظ ہے۔ (۱۴)

ایک اور خطی نسخہ، جس کی شاہ محمد اسحاق کے فاضل شاگرد، مولانا نور الحسن کاندھلوی [وفات: ۱۲۸۵ھ] نے ایک معتبر قلمی نسخہ سے تصحیح کی تھی، ہمارے ذخیرہ میں محفوظ ہے، مگر افسوس کہ اس پر نہ اصل نسخہ کا سنہ کتابت درج ہے اور نہ مولانا نور الحسن کے مقابلہ اور تصحیح کا

ایک اور نسخہ

تفسیر فتح العزیز کا ایک اور اچھا، قابل ذکر نسخہ، جو پارۂ عم کی تفسیر پر مشتمل ہے، جس کی نقل حضرت شاہ محمد اسحاق کے شاگرد، مولانا عبد المجید خاں [ابن دولت علی خاں] جلال آبادی کے ایک شاگرد، وزیر محمد خاں، ساکن موضع لوہاری، متصل جلال آباد [مظفر نگر، یوپی] نے، حضرت شاہ محمد اسحاق کے مدرسہ میں اپنے قیام کے وقت محرم الحرام ۱۲۵۸ھ [مارچ ۱۸۴۲ء] میں مکمل کی تھی، یہ نسخہ لائق استفادہ ہے، مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد [مظفر نگر، یوپی] کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے۔

پہلی طباعت

پہلی طباعت، جو صرف انتیسویں پارہ [سورۂ ملک سے سورۂ مرسلات] پر مشتمل ہے۔ نور علی خاں، میر داد علی، اور میر حسین بخش کے تعاون واہتمام سے، دار الامارت کلکتہ سے، حضرت شاہ عبد العزیز کی وفات: ۱۲۳۹ھ [۱۸۲۴ء] کے صرف نو سال بعد، ۱۱ر شوال ۱۲۴۸ھ [مارچ ۱۸۳۳ء] میں شائع ہوئی تھی۔

اس نسخہ کی تصحیح وطباعت کی، مدرسہ عالیہ کلکتہ اور ایشیاٹک سوسائٹی کے ممتاز ترین علماء اور محققین نے کوشش فرمائی تھی، جن کے اسمائے گرامی خاتمۃ الطبع میں درج ہیں:

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

یہ حضرات، مولانا حافظ احمد کبیر، مفتی مولوی محمد مراد، مولوی عجیب احمد، مولوی منصور احمد، مولوی محمد مرتضی، مولوی ظہیر علی، مولوی بدرالدجی اور مولوی محی الدین تھے، (۱۵) ان سب کی توجہ سے شائع ہوئی تھی۔

یہ نسخہ بڑی پیائش کے، دوسوساٹھ [۲۶۰] صفحات پر مشتمل ہے، نستعلیق کی ٹائپ کی طباعت ہے، آخری دو صفحات میں خاتمۃ الطبع اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی وفات پر، ایک مفصل قطعۂ تاریخ شامل ہے۔ اس طباعت کا ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔ (۱۶)

طبع دوم، مطبع احمدی، کلکتہ ۱۲۴۸ھ

کلکتہ سے تفسیر فتح العزیز کی پہلی طباعت کے تقریباً ساتھ ہی، تفسیر فتح العزیز کا آخری حصہ، پارہ: ۲۹ و۳۰، سید عبداللہ خلف سید بہادر علی نے بھی [جو حضرت شاہ عبدالعزیز کے متوسلین میں سے تھے] اپنے مطبع احمدی سے شائع کیا تھا۔ اس طباعت کے آخری دونوں پارے علیحدہ چھپے ہیں، پہلے تیسواں پارہ چھپا تھا، بعد میں انتیسواں پارہ [تبارک الذی] چھپا، اس کے خاتمۃ الطبع میں لکھا ہے:

''بعد طبع تفسیر سیپارہ سی ام [عم یتساء لون] بفتح العزیز، سیپارہ بست ونہم [تبارک الذی] از تفسیر موصوف، بتاریخ غرہ شہرہ ذی قعدہ ۱۲۴۸ھ از فضل حق سبحانہ و تعالیٰ، بہ طفیل جناب سید الانبیاء، شافع روز جزاء وائمہ ہدیٰ، خلفاء مقتدی صلی اللہ علیہ وسلم، در مطبع احمدی واقع شہر چٖرہ، و متعلقہ ضلع ہوگلی، بہ تصحیح ایں ذرہ بے مقدار، بل لاشئ في الاعتبار، اعنی خیرخواہ خلق اللہ، خاکسار عبداللہ سید بہادر علی مرحوم بہ طبع رسید''۔ (۱۷)

ترجمہ: تفسیر فتح العزیز کے تیسویں پارہ [عم یتساء لون] کی طباعت کے بعد اسی تفسیر کا انتیسواں پارہ [تبارک الذی] یکم ذیقعدہ ۱۲۴۸ھ [۲۴/ مارچ ۱۸۳۳ء] حق تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم اور حضرت سید الانبیاء، شافع روز جزاء، صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ ہدیٰ اور اس حضرت کے رہنما خلفاء کے طفیل میں، مطبع احمدی جو شہر چٖرہ میں واقع ہے اور ہوگلی کے متعلق ہے، اس ذرۂ بے مقدار، ناچیز وکمترین، خاکسار عبد اللہ ولد سید بہادر علی مرحوم کی تصحیح سے شائع ہوا۔

دیگر طباعتیں

فارسی کی ایک اور پرانی طباعت، جو سورۂ فاتحہ سے، اس تفسیر کے اختتام پارۂ سیقول آیت شریفہ: ''وإن تصوموا خير لكم إن كنتم تعلمون'' تک ہے۔ مطبع محمدی [محل وقوع درج نہیں، غالباً بمبئی میں تھا] صفر ۱۲۶۴ھ [فروری ۱۸۴۸ء] میں چھپی تھی، بڑے سائز کے چارسواڑتیس [۴۳۸] صفحات پر مشتمل ہے، خاتمۃ الطبع وغیرہ درج نہیں۔

اردو ترجمے

تفسیر فتح العزیز کے اردو میں کئی ترجمے کئے گئے، ان میں سے تین ترجموں کا مجھے علم ہے:

الف: پہلا اردو ترجمہ، جو صرف تیسویں پارہ [پارۂ عم] پر مشتمل ہے، یہ ترجمہ محمد علی بن محمد حسین روگھے صاحب بمبئی کی فرمائش پر، محمد حسن خاں مصطفیٰ آبادی، رامپوری نے کیا تھا، جس کا آغاز ربیع الاول کے درمیانی عشرہ ۱۲۶۱ھ میں ہوا اور ستائیس رمضان المبارک ۱۲۶۱ھ [اکتوبر ۱۸۴۵ء] کو مکمل ہو کر، مطبع محمدی بمبئی سے محمد حسین اور مولوی محمد صادق کے اہتمام سے چھپا۔

یہ اشاعت بڑے سائز کے کل چارسواڑسٹھ [۴۶۸] صفحات پر مشتمل ہے، شروع میں تین صفحات کا دیباچہ ہے، تقریباً آٹھ صفحات میں فہرست عناوین اور چار صفحات پر مشتمل تصحیح الاغلاط ہے

محمد حسن خاں مصطفیٰ آبادی نے، پارہ انتیس [پارہ تبارک الذی] کا بھی ترجمہ کیا تھا، دونوں طباعتوں میں فرق یہ ہے، کہ پارہ تیس کا ترجمہ، مطبع محمدی بمبئی سے ۱۲۶۱ھ [۴۶-۱۸۴۵ء] میں اور پارہ انتیس کا ترجمہ، اسی مطبع سے آئندہ سال ۱۲۶۲ھ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

[۱۸۴۶ء] میں شائع ہوا تھا، اس کی وضاحت، مہتاب پریس، دہلی کی طباعت [۱۳۴۷ھ] میں، اس طرح ہے:

"محمد حسن خاں مصطفیٰ آبادی عرف رامپوری، خدمت میں برادران دیندار اور محبان تقویٰ شعار کی عرض کرتا ہے، کہ قبل ۱۲۶۱ھ [۴۶-۱۸۴۵ء] میں جب تفسیر فتح العزیز فارسی کے سپارہ عم کا ترجمہ، بموجب حکم محمد علی بن محمد حسین کے، بزبان ہندی عام فہم چھپ کر شائع ہوا، تو ہر شخص بکمال شوق ورغبت کہنے لگا، کہ اگر سیپارۂ تبارک الذی کی تفسیر بھی، مثل اس کے سلیس ہندی میں ترجمہ ہو کر چھپ جائے، تو دین کا بڑا فائدہ ہو اور ہم لوگوں کی بخوبی سمجھ میں آئے۔ الحمد للہ کہ حسب اشارہ وحسن نیت جناب موصوف کے، ۱۲۶۲ھ [۱۸۴۶ء] میں، اس کا ترجمہ بھی مطبع محمدی میں چھپنا شروع ہو گیا"۔ (۱۸)

اس ترجمہ کی دوسری طباعت

اس ترجمہ کی دوسری طباعت، مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۱۲۶۷ھ [۱۸۵۱ء] میں ہوئی تھی، تمہید کے آخر میں جلی حروف میں لکھا ہے:

"ایں تفسیر اول بار در بمبئی طبع شد، و بار دیگر محمد مصطفیٰ خاں خلف حاجی محمد روشن خاں لکھنؤ طبع نمود ۱۲۶۷ھ"

یہ اشاعت بڑے سائز کے، دو سو چالیس [۲۴۰] صفحات پر مشتمل ہے، شروع کے تین صفحات میں فہرست مضامین شامل ہے

مطبع فاروقی دہلی کی اشاعت

تفسیر فتح العزیز کے ابتدائی حصے، سورۂ فاتحہ، بقرہ [ربع سیقول تک] کے جو اردو ترجمے، بمبئی اور دہلی سے چھپے تھے اور بار بار چھپے، ان میں بعض آیتوں اور کلمات کا ترجمہ رہ گیا تھا، زبان و بیان پر بھی نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، اس لئے مطبع فاروقی کے مالک، مولوی محمد معظم صاحب نے، اس ترجمہ پر مکمل نظر ثانی کا ارادہ کیا اور اس کے لئے مولوی محمد عرفان ٹونکی اور مولوی میر احمد خاں پشاوری کو متعین کیا، دونوں نے پورے ترجمہ پر نظر ثانی کی، ناقص عبارتوں کو پورا کیا اور زبان کی بھی تصحیح وتزئین فرمائی۔ یہ ترجمہ جس کو ابتدائی پاروں کا مکمل ترجمہ کہنا چاہئے، ربیع الاول ۱۳۱۲ھ [ستمبر ۱۸۹۴ء] میں مطبع فاروقی سے شائع ہوا۔ مولوی محمد معظم نے خاتمۃ الطبع میں لکھا ہے:

"مولانا سید عرفان صاحب ٹونکی، وارباب مولوی میر احمد خاں صاحب پشاوری، محاورات ترجمہ اردو، اکثر وہ عبارات جن کا ترجمہ رہ گیا تھا، درست کرا کے ملحوظ کر دیئے گئے۔"

اس طباعت کے حاشیوں پر ص: ۶۶۵ تک تفسیر خلیلی [مجھے اس کے مصنف وغیرہ کا علم نہیں۔ نور] اور ص: ۶۶۶ سے آخر تک، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا موضح قرآن شائع کیا گیا۔

یہ طباعت درمیانہ سائز کے نو سو چونسٹھ [۹۶۴] صفحات پر مشتمل ہے، سورۂ فاتحہ اور پارۂ الم کے سات سو صفحات ہیں، پارۂ سیقول ایک سو چونسٹھ صفحات میں ہے۔

ایک اور ترجمہ، بستان التفاسیر از مولانا محمد علی چاندپوری

یہ ترجمہ بھی سورۂ فاتحہ سے پارۂ سیقول کی آیت: "وأن تصوموا خير لكم ان كنتم تعلمون" تک ہے۔ پارۂ الم تک کا ترجمہ، مولانا محمد علی چاندپوری کے قلم سے ہے اور پارۂ سیقول والا حصہ، مولانا سید ہاشم علی کا ہے۔ یہ ترجمہ دو حصوں میں ۱۲۸۳ھ [۶۷-۱۸۶۶ء] میں مطبع مصطفائی دہلی سے، جناب محمد حسین خاں کے اہتمام سے شائع ہوا تھا، پہلا حصہ آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے، ترجمہ پارۂ سیقول کے ایک سو چونسٹھ صفحات ہیں۔

ترجمہ بستان التفاسیر کی ایک اور طباعت

یہ ترجمہ بار بار چھپتا رہا، ان میں سے ایک اشاعت، قاضی عبدالکریم کے اہتمام سے، مطبع نامی کریمی، بمبئی سے ۱۳۱۶ھ [۹۹-۱۸۹۸ء] میں آئی تھی۔

بڑی ناپ کے کل پانچ سو اٹھہتر [۵۷۸] صفحات ہیں، جس میں سورۂ فاتحہ و پارۂ الم ۴۹۶ تک ہے اور پارۂ سیقول بیاسی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع فاروقی دہلی اور مطبع نامی کریمی بمبئی کی ، دونوں طباعتوں میں، سورۂ فاتحہ و پارۂ الم کا ترجمہ، مولانا محمد علی چاند پوری کے قلم کا ہے اور پارۂ سیقول مولانا سید ہاشم علی دہلوی کا مترجمہ ہے۔

دہلی اور ممبئی کی طباعتوں کے علاوہ، مطبع محمدی اور گلزار محمدی لاہور، مطبع مجتبائی دہلی اور لکھنؤ کے مطابع سے بھی، فارسی و اردو دونوں ترجمے برابر چھپتے رہے اور اب بھی ان کے عکس شائع ہوتے رہتے ہیں، ان طباعتوں میں سے ایک عمدہ طباعت، مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۶ھ [۸۹-۱۸۸۸ء] کی ہے، جو ۲۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

عربی ترجمے

تفسیر فتح العزیز کا عربی میں بھی ایک ترجمہ ہوا تھا، یہ ترجمہ جنوبی ہندوستان میں کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر راہی فدائی نے لکھا ہے کہ:

''چوں کہ اس علاقہ کے لوگ فارسی زبان سے ناواقف تھے، اس لئے وہاں کے علماء نے ضرورت محسوس کی، کہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے علوم وافادات سے جنوب کے لوگ بھی فیضیاب ہوں، اس لئے مولانا ارتضاء علی خاں گوپاموی نے جو جنوب میں مقیم اور وہاں کے علماء میں مقبول تھے، مولانا شیخ عبدالقادر آتوری جو جنوب کے مشہور دارالعلوم باقیات الصالحات کے بانی کے والد تھے، سے یہ خواہش ظاہر کی تھی، کہ فتح العزیز کا عربی میں ترجمہ کریں، اس لئے مولانا عبدالقادر نے ۱۲۴۹ھ [۳۴-۱۸۳۳ء] میں تفسیر عزیزی کا ''التعريب القادري للتفسير العزيزي '' کے نام سے عربی ترجمہ فرمایا۔ اس ترجمہ کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ اس میں جو فارسی کے اشعار موقع بہ موقع آئے ہیں، مترجم، مولانا آتوری نے ان کا بھی عربی میں ترجمہ کیا ہے، جس سے ان کی دونوں زبانوں پر قدرت کا علم ہوتا ہے۔

یہ ترجمہ آخری دو پاروں کا ہے، مولانا عبدالرحیم آتوری، جو شاہ عبدالوہاب قادری [بانی باقیات الصالحات ویلور] کے پوتے تھے اور ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کی تعلیم سے فارغ ہوئے تھے، چاہتے تھے کہ یہ ترجمہ چھپ جائے، اس کے لئے ایک مفصل خط، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کو لکھا تھا، مگر غالباً اس کی طباعت نہیں ہوسکی، اس وقت تک اس کے مطبوعہ نسخہ کا علم نہیں، اس کا ایک خطی نسخہ باقیات الصالحات میں ہے۔''(۱۹)

تفسیر فتح العزیز کا منظوم اردو ترجمہ

تفسیر فتح العزیز کے نثر میں ترجموں کے علاوہ، ایک ترجمہ منظوم بھی ہوا تھا، جس کا نام نور اسلام تھا، کل چھ سو چھیاسٹھ [۶۶۶] اشعار پر مشتمل یہ ترجمہ چھپا نہیں، اس پر مترجم نے اپنا نام بھی درج نہیں کیا۔ اس کا آغاز اس طرح ہے:

جناب مولوی معنوی نے   شاہ عبدالعزیز دہلوی نے
عزیز یہ جو ہے تفسیر مشہور   کیا ہے اس میں یوں ہی اس نے

النظر علی الفتح العزیز

یہ حضرت شاہ ولی اللہ کے مشہور شاگرد اور ممتاز مصنف، مولانا رفیع الدین بن فریدالدین مرادآبادی وفات: ۱۲۲۳ھ [۹-۱۸۰۸ء] کی تالیف ہے، یہ نسخہ ۱۲۴۸ھ [۳۳-۱۸۳۲ء] کا مکتوبہ اور ایک سو اکتیس صفحات پر مشتمل ہے، اس کا ایک نسخہ رضا لائبریری رامپور میں ہے۔

خلاصہ تفسیر عزیزی

تفسیر عزیزی کا فارسی میں ایک خلاصہ بھی مرتب ہوا تھا، یہ خلاصہ بہادر علی دہلوی نے کیا تھا، جو فل اسکیپ سائز کے، ۴۷ اوراق پر مشتمل ہے، اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

''الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين والصلوة والسلام على رسوله محمد و آله وأصحابه اجمعين.

باید دانست کہ ایں چند سطور از تفسیر عزیزی اقتباس نمودہ شد، کہ موجب ادراک بعضے نکات قرآن مجید گردد''

یہ خلاصہ صرف انتیس، تیسویں پارہ [پارۂ تبارک الذی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

وعـم] کا ہے، ملخص نے اس کا آغاز سورۂ ملک کے تفسیری نکات سے کیا ہے۔اس خلاصہ کی تالیف ،شعبان ۱۲۴۸ھ [جنوری ۱۸۳۳ء] میں مکمل ہوئی تھی۔ترقیمۂ کاتب میں اس کی صراحت ہے۔لکھا ہے کہ:

''الحمد للّٰہ والمنة للّٰہ رب العالمین والصلوٰة علی خیر خلقه محمد وآله وأصحابه وتبعه أجمعین، ایں خلاصہ تفسیر عزیزی، بجا لتہ الوقت در امیر گنج، بتاریخ دہم شہر شعبان المعظم ۱۲۴۸ھ قدسی، بعون الٰہی وبرکت انوار محمدیہ، کہ ہمہ افراد آدم وجمیع کائنات عالم، خصوصاً باور دارندۂ احکام ایں شریعت محکوم را لازم اند، ووجود ظاہری عبارت از آں است، باختتام رسید'' (۲۰)

اس عبارت کے حاشیہ پر لکھا ہے:

''خاکسار خادم العلماء بہادر علی دہلوی (۲۱) کان اللّٰہ له في الدارین''

یہ نسخہ رضا لائبریری، رامپور میں محفوظ ہے۔ (۲۲)

حواشی

(۱۴) فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی ندوۃ العلماء لکھنؤ، ص:۱۶-۱۵ [تحقیقات فارسی دہلی: ۱۹۸۶ء]

(۱۵) یہ تمام اصحاب جن کے نام یہاں درج ہوئے، اس وقت کی علمی اشاعتی دنیا کے سب سے بڑے اہل نظر، محقق اور مصحح تھے، ایشیاٹک سوسائٹی، مدرسہ عالیہ کلکتہ، نیز کلکتہ اور ہوگلی سے شائع ہونے والی، اکثر بڑی علمی کتابیں، ان ہی علمائے کرام کی توجہ، تصحیح اور اہتمام سے چھپتی تھیں، جس میں:

حافظ ابن حجر عسقلانی کی الاصابة في تمییز الصحابةؓ، علامہ سیوطی کی الإتقان في علوم القرآن بہ تصحیح مولانا سدید الدین [بن مولانا مفتی صدر الدین آزردہ] دہلوی۔فتاویٰ حمادیه، فتاویٰ قاضی خاں، درّمختار، فصول عمادی، کشاف اِصطلاحات الفنون اور فیروز آبادی کی قاموس ممتاز ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بیسیوں کتابیں، ان علماء کی کوششوں اور توجہ سے چھپی تھیں۔فجزاهم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء.

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کتابوں کی کلکتہ اور اس کے اطراف سے جو طباعتیں ہوئیں، وہ ان سب کتابوں کی، دنیا میں سب سے پہلی طباعتیں تھیں اور یہ کتابیں صحت متن کے لحاظ سے اب بھی بے نظیر ہیں۔یہ سب کتابیں نسخ یا نستعلیق ٹائپ پر چھپتی تھیں، افسوس کہ درج بالا اکثر علمائے کرام میں دو تین ہی ایسے ہیں جن کے کچھ حالات مل جاتے ہیں۔

(۱۶) تفسیر عزیزی کی ایک طباعت، مطبع احمدی کلکتہ کی ہے، جو سید عبداللہ کے اہتمام سے چھپی تھی اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس طباعت کا ایک نسخہ دار المصنفین اعظم گڈھ کے کتب خانہ میں ہے۔

(۱۷) احمدی کلکتہ کی یہ طباعت دار المصنفین اعظم گڈھ کی لائبریری میں موجود ہے، اس کے متعلقہ صفحات کا عکس محترمی مولانا عمیر الصدیق صاحب شریک ادارت ماہنامہ معارف، دار المصنفین اعظم گڈھ نے ارسال فرما کر ممنون کیا، بہت بہت شکریہ! جزاه اللّٰہ تعالیٰ مگر اس کے بالکل آخری صفحات اس نسخہ سے غائب ہیں، ضائع ہو چکے ہیں۔

(۱۸) بستان التفاسیر [اردو ترجمہ] پارۂ تبارک الذی ـــــ مہتاب پریس دہلی: ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۹ء

(۱۹) یہ اطلاع واقتباس جناب ڈاکٹر راہی فدائی صاحب، بنگلور کے ایک مضمون سے لیا ہے، محترم فدائی صاحب نے ازراہِ کرم طباعت سے قبل، اپنے اس مضمون کا عکس بھجوا کر ممنون کیا۔ فجزاه اللّٰہ تعالیٰ. دلی شکریہ!

(۲۰) ترجمہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستان، تالیف: جناب اختر راہی ص:۴۰ [تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد۔ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء]

(۲۱) یہ بہادر علی کون تھے، صراحت نہیں ملی۔ایک اور سید بہادر علی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تھانیسر کے رہنے والے، اچھے عالم، باصلاحیت شخص اور حضرت شاہ صاحب کے متوسلین میں تھے، جو بعد میں بنگال چلے گئے تھے، رامپور میں ایک مطبع قائم کیا تھا، جو ہندوستان میں طباعت و اشاعت کی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ سید بہادر علی کی شاہ صاحب سے خط و کتابت بھی تھی، سید بہادر علی نے گل کرسٹ [Gil Christ] کی فرمائش پر فورٹ ولیم کالج کی طرف سے قرآن کریم کا ایک اردو ترجمہ کیا تھا، جو کم سے کم ایک مرتبہ شائع بھی ہوا تھا، اس ترجمہ کے لئے گل کرسٹ نے جو افراد منتخب کئے تھے، اس میں پہلی اور اہم ترین شخصیت، سید بہادر علی کی تھی۔

سید بہادر علی کا جناب غلام رسول مہر نے، جماعت مجاہدین ص:۲۹۷-۲۹۹ جلد اول، طبع اول لاہور میں اور ڈاکٹر عبیدہ بیگم نے، فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، ص:۴۳۲-۴۳۹ [لکھنؤ ۱۹۸۳ء میں] تذکرہ کیا ہے۔

سید بہادر علی کے بیٹے سید عبداللہ تھے، یہ بھی فاضل شخص تھے، نشر وطباعت کی دنیا میں ان کا بھی بڑا نام ہے، سید عبداللہ نے خاندان ولی اللّٰہی کی ممتاز تصانیف شائع کیں، شاہ عبدالقادر کا موضح قرآن سب سے پہلے ان ہی کو چھاپنے کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت شاہ ولی اللہ کی الفوز الکبیر اور شاہ اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان بھی، سب سے پہلے سید عبداللہ نے اپنے مطبع احمدی، کلکتہ سے شائع کی تھی، سید عبداللہ اور بہادر علی دونوں کا، اردو ادب کی تاریخ میں تذکرہ آتا ہے۔

(۲۲) فہرست مخطوطات فارسی رضا لائبریری رام پور، مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی، قلمی۔ میں نے اس کا نام رضا لائبریری رام پور کی مخطوطات کی دستی قلمی فہرست میں دیکھا تھا، مگر رضا لائبریری کے مخطوطات کی عربی، فارسی کی مطبوعہ فہرستوں میں، اس کا نام نہیں ملا، شاید طباعت سے رہ گیا۔

[جاری......]

غـــزل

جناب ڈاکٹر جمیل مانوی

جانتا ہوں سامنے ہے منزل جانانِ من
سر اٹھانے ہی نہیں دیتی ارادوں کی تھکن

چند تصویریں ہمارے آئینہ خانہ میں ہیں
کھوگئے وہ جن سے سجتی تھی ہماری انجمن

زندگی کو زندگی کہتے ہوئے ڈرتا ہوں اب
زندگی باقی ہے ، لیکن کھوگیا ہے بانکپن

دھیرے دھیرے ذہن سے اترا جوانی کا خمار
دھیرے دھیرے عمر کی دہلیز پر اُتری تھکن

موت کے ہاتھوں کی اک جنبش ہی کافی ہوگئی
کتنا نازک تھا ہماری زندگی کا پیرہن

دور رہتی تھی ہماری بزم سے افسردگی
ذہن میں تازہ ہے اب تک دوستوں کا بانکپن

اتنا تنہا کردیا ہے تیری قربت نے مجھے
خود مجھے بھی اس کا اندازہ نہیں تھا جانِ من

قاتلان شہر سینہ تان کر پھرتے رہے
بے گناہوں کے لئے سجتے رہے دار و رسن

اپنی اپنی عادتوں کے دونوں ہی مقتول ہیں
میں قتیلِ گوشۂ غم، تو ہلاکِ انجمن

تجھ سے تیری خوش لباسی کی شکایت کیا کریں
خاک وخوں میں لوٹتے ہیں شہر کے گل پیرہن

خود مجھے بھی اپنی خاموشی پہ حیرت ہے جمیلؔ
مصلحت آمیز تھا کتنا سکوتِ انجمن

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

غزہ پر مظالم

اور ہماری ذمہ داریاں

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اگر پہاڑوں کو جگر ہوتا تو بعید نہ تھا کہ وہ بھی شق ہو جاتا، اگر درختوں کو آنکھیں ہوتیں، تو عجب نہ تھا کہ وہ بھی آنسوؤں کا دریا بہا دیتے، اگر زمین کو زبان ہوتی تو کیا عجب کہ اس کے نالہ وفریاد سے کرہ ارض میں کہرام برپا ہو جاتا اور اگر درندے ان انسان نما درندوں کو دیکھ لیتے تو شاید وہ بھی شرمسار ہو جاتے اور درندگی میں صہیونیوں اور ان کی موافقت کرنے والوں کی بالادستی کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے۔ اس خوں آشامی، ظلم و بربریت، قتل و غارت گری کی وجہ سے جو اس وقت ''غزہ'' میں جاری ہے، جس کو سالہا سال سے اسرائیل کے ساتھ ساتھ نام نہاد، بے حمیت، کوتاہ ہمت ، ضمیر فروش اور منافق نام نہاد مسلم حکومتوں نے ایک ایسے قید خانہ میں تبدیل کر رکھا ہے، جو بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہے۔

سلامتی ہو غزہ کے ان مجاہدین پر، جنھوں نے اپنے لہو سے اسلام کے شجر طوبیٰ کو سینچنے کا عزم کر رکھا ہے، صد ہزار رحمتیں ہوں ان شہدائے راہِ حق پر، جنھوں نے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ دین حق کی سرخروئی کے لئے نچھاور کر دیا ہے، لاکھوں سلامِ شوق پہنچے ان معصوم نونہالوں پر، جنھوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی معصوم جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا ہے، اور اسی قدر لعنتیں ان صلیبی اور صہیونی ظالموں پر جو دین و اخلاق اور بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں بکھیر کر اپنی خوں آشامی کی خو پوری کر رہے ہیں، اور ان خوفِ خدا سے عاری اور ہمت مردانہ سے خالی مسلم حکمرانوں پر جن کے سینوں میں شیطان نے ''دل'' کے بجائے پتھر کی سِل رکھ دی ہے۔ جن میں سے بعض علی الاعلان یا خفیہ طور پر اسرائیل کے ہم نوا ہیں اور بدترین قسم کی برادر کشی کے مرتکب ہو رہے ہیں ---

بارِ الٰہا! اپنے ان مظلوم بندوں پر رحم فرما، جن سے مغرب و مشرق کی عداوت صرف اس لئے ہے کہ وہ تیرے پاک نام سے نسبت رکھتے ہیں، اور پروردگارا! ہلاک و برباد فرما، ان شقی و بدبخت حکومتوں کو، جو بے قصور انسانوں کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں، یا اس میں مددگار ہیں!!

سوال یہ ہے کہ جو مسلمان اپنے ان مظلوم اور نہتے بھائیوں کی اخلاقی مدد کرنے کے سوا کچھ اور نہیں کر سکتے، انھیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک اُصول بیان فرمادیا ہے، کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اول اسے ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو زبان سے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے، یعنی دل سے برا سمجھے، اور دل میں یہ ارادہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی قدرت دیں گے، وہ اُسے روکنے کی کوشش کرے گا (ابوداوٗد، حدیث نمبر: ۴۳۴۰) --- ظلم و جور سے بڑھ کر کوئی منکر اور بُرائی نہیں، یہ تو دنیا میں شرک سے بھی بڑھ کر ہے؛ کیوں کہ دنیوی احکام کی حد تک شرک کو گوارا کیا جا سکتا ہے؛ لیکن ظلم ایسی بُرائی ہے، کہ وہ کسی طور پر قابل قبول نہیں، کفر وشرک بھی ایسا جرم نہیں کہ جو شخص پہلے سے اس عقیدہ پر ہو، اُسے قتل کرنا جائز ہو؛ لیکن اگر کوئی شخص کسی کا مال لے لے، کسی کی عزت وآبرو پر حملہ آور ہو، یا کسی کو قتل کر دے تو وہ ضرور لائقِ سزا ہے، پس ظلم سب

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سے بڑی بُرائی ہے اوراپنی طاقت وصلاحیت بھراس کی مخالفت واجب ہے!

مخالفت اور ناراضگی کے اظہار کا ایک طریقہ ترک تعلق بھی ہے اور ظالموں کے ساتھ ترک تعلق کی تعلیم خودقرآن مجید نے دی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَھُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ بَعۡضُھُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ وَمَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡھُمۡ، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ. (المائدۃ:۵۱)

اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اورتم میں سے جواُن کودوست رکھے گا، وہ انہی میں سے ہوگا، بےشک اللہ ظلم شعارلوگوں کوہدایت نہیں دیتے

اس آیت میں ایک جامع لفظ ''دوست نہ بنانے'' کا استعمال کیا گیاہے، یہ ایک معنی خیزتعبیر ہے، جس میں قلب ونگاہ کی محبت، فکرونظر میں تاثر، سماجی زندگی کی مماثلت اور مالی معاملات و تعلقات سب شامل ہیں، یہ کوئی شدت پر مبنی حکم نہیں ہے؛ بلکہ ظلم کے خلاف ناراضگی کا اظہار ہے، اس آیت کے اخیر میں ظالموں کا تذکرہ کرکے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا گیاہے، کہ جو یہود و نصاریٰ ظلم وجور پر کمربستہ ہوں، مسلمانوں کے لئے اپنی طاقت وقدرت کے مطابق ان سے بےتعلقی برتنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقع پر اس حکم کومزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایاہے، ارشاد ہے:

اِنَّمَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَاَخۡرَجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ وَظٰھَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡھُمۡ وَمَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ۔(الممتحنۃ:۹)

بےشک اللہ تم لوگوں کو، ان لوگوں سے تعلق رکھنے سے منع کرتے ہیں، جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی، تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی اور جوان سے تعلق رکھیں، وہ بھی ظالم ہیں۔

گھروں سے نکالنا، محض دین کی بنا پر آمادۂ قتل وقتال ہونا اور جولوگ مسلمانوں کے شہروں اور آبادیوں کو ویران کرنے پر تلے ہوئے ہوں، ان کومدد پہنچانا، یہ وہ اوصاف ہیں جن کے حامل بدطینت یہودیوں اور نصرانیوں سے بےتعلقی برتنے کا حکم دیا گیا ہے، غور کیجئے کہ کیا آج امریکہ و برطانیہ ان جرائم کے مرتکب نہیں ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بوسنیا میں مسلمانوں کے قتل عام میں در پردہ برطانیہ نے ظالم سربوں کی مدد کی ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان ممالک کی جفا کاریوں اور ستم انگیزیوں کی وجہ سے افغانستان کے مسلمان بڑی ابتلاؤں سے گزرے ہیں؟ کیا یہ اس ظالم اسرائیل کے ناصر و مددگار نہیں ہیں، جو آئے دن بےقصور فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہیں؟ اور جنھوں نے لاکھوں فلسطینیوں کو اپنے مادروطن میں رہنے کے حق سے بھی محروم کردیاہے؟ قرآن نے جن یہود ونصاریٰ سے بےتعلق ہونے اور رشتہ محبت کاٹ لینے کا حکم دیاہے، ان مغربی طاقتوں میں ان میں سے کون سی بات نہیں پائی جاتی؟ پھر کیا ایسے اعداء دین سے بےتعلقی واجب نہ ہوگی؟

لَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡھِمۡ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ۔(الممتحنۃ:۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں ان غیرمسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف سے نہیں روکتا، جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہ کی ہو اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا ہو، بےشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

جو غیرمسلم بھائی انصاف کی روش پر قائم ہوں، وہ ہمارے انسانی بھائی ہیں اور ہمارے برادرانہ سلوک اور حسن اخلاق کے مستحق ہیں اوران کے ساتھ زیادتی کسی طور جائز نہیں---

بےتعلقی کا حکم ان لوگوں سے ہے، جنھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جارحانہ اور نامنصفانہ روش اختیار کر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

رکھی ہو، یہ سمجھنا کہ کسی خاص شخص کی حوالگی یا کسی خاص مطالبہ کی تکمیل مغربی طاقتوں کو مطمئن کر دے گی اور اسلام کے خلاف بغض وعناد کی جو آگ ان کے سینوں میں سلگی ہوئی ہے، اسے بجھانے میں کامیاب ہو جائے گی محض ایک طفلانہ خیال ہے، اس عناد کا اصل نشانہ اسلامی فکر وعقیدہ، تہذیب وثقافت اور مسلمانوں کا قبلہ اول مسجدِ اقصیٰ ہے، قرآن نے یہود ونصاریٰ کی نفسیات اور اندرونی جذبات کی خوب ترجمانی کی ہے یہ بات جس قدر رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مبنی بر واقعہ تھی، اسی قدر آج بھی ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ (البقرہ:۱۲۰)

یہود ونصاریٰ آپ سے اس وقت تک راضی ہو ہی نہیں سکتے، جب تک آپ ان کے دین کے پیرو نہ ہو جائیں، آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت تو وہ ہے جو اللہ کی ہے، اگر آپ علم حاصل ہونے کے بعد بھی ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگیں تو آپ کے لئے اللہ کے مقابلہ میں کوئی حامی ومددگار نہ ہوگا۔

قرآن نے اس میں یہود ونصاریٰ کے اندرونی جذبات کو کھول کر رکھ دیا ہے اور خلافتِ عثمانیہ کے سقوط سے اب تک عالم اسلام میں جو جنگیں ہوئی ہیں، وہ سب اس کے واضح شواہد ہیں، اس لئے جب تک مسلمان اپنے مذہبی تشخصات اور اپنے ثقافتی امتیازات کو خیر باد نہ کہہ دیں، مسجدِ اقصیٰ سے اور اپنے مقدسات سے دست بردار نہ ہو جائیں، اور پوری طرح مغربی فکر اور مغربی ثقافت کے سامنے جبین تسلیم خم نہ کر دیں، ان کی تشفی نہیں ہو سکتی اور انشاء اللہ مسلمان کبھی اس کے لئے تیار نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ وہ دین کے لئے سب کچھ کھونے کو ''پانا'' اور اللہ کی راہ میں رگِ گلو کٹانے کو ''جینا'' تصور کرتے ہیں اور یہ ان کے ایمان کا حصہ ہے!

اس پس منظر میں ہم مسلمانانِ ہند قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ ملک کی رائے عامہ کو حقیقت پسند بنائیں اور انھیں حقیقی صورتِ حال کا ادراک کرنے میں مدد دیں، منصف مزاج ہندو بھائیوں (جن کی آج بھی اس ملک میں اکثریت ہے) کو ساتھ لے کر حکومت ہند سے خواہش کریں کہ وہ اپنی ناوابستہ پالیسی پر قائم رہے اور امریکہ واسرائیل کی آنکھ بند کر کے حمایت نہ کرے، وہ اس بات کو ملحوظ رکھے کہ ہمارے ملک کا مفاد عربوں کے ساتھ بہتر تعلق میں ہے، نہ کہ اسرائیل جیسے خود غرض اور قلاش ملک کی تائید میں۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم امریکہ اور اسرائیل کی تجارتی اشیاء کا بائیکاٹ کریں، جس کی فہرستیں بھی اخبارات اور سوشل میڈیا میں آچکی ہیں، کہ یہ بھی منکر پر ناراضگی کے اظہار اور ظالم سے بے تعلقی برتنے کا ایک مؤثر طریقہ ہے اور شرعاً بہ حیثیت مسلمان ہم اس بات کے مکلّف ہیں کہ اس سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کرنا ہمارے لئے ممکن ہو، ہم اس سے دریغ نہ کریں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف مسلمانوں کے بائیکاٹ کرنے سے ان کا کیا نقصان ہوگا؟ یہ درست نہیں ہے، اول تو اگر مسلم ممالک بھی اس بائیکاٹ میں شامل ہو جائیں تو اس کے غیر معمولی اثرات مرتب ہوں گے، دوسرے: مسئلہ ان کو نقصان پہنچانے اور پہنچنے کا نہیں ہے؛ بلکہ اپنی طرف سے اظہارِ ناراضگی کا ہے، کتنے ہی واقعات پیش آتے ہیں کہ خاندان میں اختلاف پیدا ہوا اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کی دعوت میں شرکت سے گریز کرنے لگے، یہاں تک کہ بعض اوقات بات چیت بھی بند ہو جاتی ہے؛ حالاں کہ معلوم ہے کہ اس کے دعوت میں شریک نہ ہونے اور بات نہ کرنے سے دوسرے شخص کا کچھ بگڑنے والا نہیں ہے؛ لیکن مقصود اپنے جذبات کا اظہار ہوتا ہے، یہی جذبہ یہاں بھی ہونا چاہئے، غرض کہ یہ انسانی فریضہ ہے، یہ شرعی ذمہ داری ہے۔ اور حمیت ایمانی اور غیرت اسلامی للکار کر ہم سے پوچھ رہی ہے کہ کیا ہم اس کے لئے بھی تیار نہیں ہیں؟؟

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں سے

کالج اور یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ کی ذمہ داریاں

—— پروفیسر محسن عثمانی ندوی

تعلیم وتدریس اور ٹیچنگ کے پیشہ کو شریفانہ پیشہ Noble Profession کہا جاتا ہے۔ معلم اور ٹیچر حقیقت میں وہ شخص ہوتا ہے جس کا دماغ علم وافکار ونظریات کا خزانہ ہوتا ہے، جس طرح سے ٹنکی میں پانی ہوتا ہے اور وہ پانی ٹونٹی سے نکلتا ہے، اسی طرح سے ایک ٹیچر یا ادیب یا عالم کی زبان اور قلم سے علم وادب کا چشمہ ابلتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بڑے تعلیمی ادارہ، یونیورسٹی میں استاد ہو تو وہ اپنے علم اور افکار ونظریات کی ترسیل واشاعت کا کام بڑے پیمانہ پر انجام دے سکتا ہے۔ اس کا کلاس روم صرف وہ کمرہ نہیں ہوتا ہے جہاں وہ طلبہ کے سامنے لکچر دیتا ہے، بلکہ پورا شہر اور پورا ملک اس کے دائرہ تعلیم وتربیت میں داخل ہوتا ہے، بلکہ دنیا کا ہر شخص اس کا شاگرد اور حلقہ بگوش ہوسکتا ہے۔ اگر یہ حقیقت نہیں ہے تو پھر ہر سال ہر استاد کو لازمی طور پر یونیورسٹی کے فارم پر یہ صراحت کیوں کرنی پڑتی ہے کہ اس نے اس سال یونیورسٹی کے باہر کتنے لکچر دیئے اور کتنے قومی اور کتنے بین الاقوامی سمینار میں شرکت کی؟ کتنے رسالوں میں اس کے مقالات اور ریسرچ پیپر شائع ہوئے اور اس نے کتنی کتابیں لکھیں اور علم وادب کی دنیا میں اس نے کیا اضافہ کیا؟ یہ غلط تصور ہے اور بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ استاد کا دائرہ علم وعمل کلاس روم کی چہار دیواری تک محدود ہے یونیورسٹی کسی مکتب کا نام نہیں ہے۔ اس کے استاد کا خطاب دنیا کے ہر شخص سے ہوسکتا ہے، اگر وہ انگریزی میں لکھے تو اس کا کلاس روم واشنگٹن سے لندن تک، اگر عربی میں لکھے تو اس کا کلاس روم قاہرہ سے دمشق تک اور اس کی آواز مکے اور مدینے، اور اگر وہ اردو میں کسی رسالہ میں علمی اور ادبی مضمون لکھے تو دہلی اور لاہور کے ایوان اردو تک اس کی گونج سنائی دے، اس غلط تصور کی وجہ سے کہ استاذ کا کام کلاس روم کے صرف چند طلبہ کو مخاطب بنانا ہے، اساتذہ کی صلاحیتوں کا دائرہ محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ کسی بے تصنیف اور کسی بے توفیق اور بے فیض اور بے قرطاس وقلم استاذ کو دیکھ کر بے ثمر اور خزاں رسیدہ شجر کا خیال آتا ہے، یا اس غنچہ کا جو بن کھلے مرجھا گیا ہو، یا اس عورت کا جو بانجھ ہو چکی ہو۔ افسوس ہے کہ مسلم اساتذہ خواہ وہ کسی شعبہ سے وابستہ ہوں انہیں اپنے مقام اور مرتبہ کا اندازہ ہی نہیں ہے، انہیں نہیں معلوم کہ یونیورسٹی کسے کہتے ہیں، اور یہ کہ ان کا کلاس روم کتنا وسیع ہے، اور دنیا کے کتنے ہزار لوگ ان کے حلقہ تلمذ میں داخل ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ ان اساتذہ کا روئے سخن ان ہزاروں لوگوں کی طرف قرطاس وقلم سے ہو، اور وہ قومی اور بین الاقوامی سیمیناروں میں شرکت کرتے ہوں، اور علمی اور ادبی تصنیفات پیش کرتے ہوں، جو اُن کا منصبی فریضہ ہے۔

تصنیف وتالیف اور محاضرات کی اہمیت کیا ہے اس کو جاننے کے لئے یہ بنیادی بات سمجھنا چاہئے کہ انسان کی فضیلت اس میں ہے کہ وہ حیوان ناطق ہے اور یہی فضیلت اس کو دوسرے حیوانات سے ممیّز کرتی ہے اور اس فضیلت کا اظہار زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلم سے بھی ہوتا ہے "علم بالقلم"۔ چونکہ ایک استاد انسانوں کی صف میں ممتاز حیثیت کا مالک ہوتا ہے اس لئے اسے صاحب

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

لسان بھی ہونا چاہئے اور صاحب قلم بھی ہونا چاہئے، آج کل مسلم اساتذہ کا تصنیف و تحقیق ،فکر کی بلندی اور شعر وادب کی سلیقہ مندی اور فکر کی ارجمندی میں حصہ بہت کم ہے، علاوہ بریں عصری جامعات کے جو مسلم اساتذہ ہیں خواہ وہ کسی شعبہ سے تعلق رکھتے ہوں، ان کا سماج میں کوئی مفید اور تعمیری رول بھی نہیں ہے، انہیں اس کا شعور نہیں ہے کہ ہندوستان کے علمی حلقوں میں اور انٹلکچول کلاس میں فکری ہم آہنگی پیدا کرنا، اور اسلام اور مسلمانوں سے انہیں مانوس کرنا ان کا فرض منصبی ہے، انہیں سمجھنا چاہئے کہ سنہ ۲۴ء کا الیکشن مسلمانوں کے مستقبل کے لئے فیصلہ کن ہوگا، اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اور یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ کو اپنا رول ادا کرنا چاہئے۔ ان کے لئے لازم ہے کہ ملک کے اور اپنے شہر کے غیر مسلم علمی حلقوں میں وہ رول ادا کریں جو ان کے مسلمان ہونے کا اور حالات کا تقاضہ ہے۔

سب سے پہلے بنیادی طور پر یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کے تمام مسائل کی جڑ اور سیاسی مشکلات اور حق تلفیوں کی اصلی وجہ وہ غلط فہمیاں اور بدگمانیاں ہیں جو سماج میں پھیلی ہوئی ہیں، اور وہ خلیج ہے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان حائل ہو چکی ہے۔ غلط فہمیوں کو ڈائیلاگ، مذاکرات اور سمپوزیم کے ذریعہ اگر ختم کیا جائے اور اگر علمی سطح پر تعصّبات کے خارزار کو ختم کر دیا جائے، اور سماج کے غیر مسلم دانش وروں کو اپنا ہم نوا بنا لیا جائے، تو یہ سب سے بڑا امپاورمنٹ ہوگا جو اس ملک کے مسلمانوں کو حاصل ہوگا۔ غیر مسلم دانش ور حضرات اپنی محفلوں میں اگر مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے خزانہ دماغ میں کانٹے بھرے ہوئے ہیں، اس خارزار کو ختم کرنا مسلم دانشوروں کا کام تھا جو انھوں نے نہیں کیا۔ اس اہم کام کے لئے بامقصد زندگی گذارنے کا منصوبہ بنانا ہوگا، ایسا منصوبہ جس میں غیر مسلم اساتذہ اور دانشوروں سے زیادہ سے زیادہ علمی سطح پر اختلاط اور رابطہ ہو، اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے ایشوز زیرِ بحث آئیں، اور ان ایشوز پر انگریزی زبان میں گفتگو Discourse پوری تیاری کے ساتھ ہو۔ مسلم ایشوز پر اور مسلمانوں کے ساتھ ناانصافیوں کے موضوع پر دلوں کو چھونے والی اور ذہن کو متاثر کرنے والی انگریزی زبان میں اور لسان قوم میں مدلل لٹریچر تیار کیا جائے۔ یونیورسٹی میں پڑھانے والے مسلم اساتذہ کی اولین ذمہ داری علمی سطح پر ہر ظلم و ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنا ہے۔ علمی سطح پر کام کا مطلب یہ ہے کہ سمیناروں کے ذریعہ، یا انگریزی میں آرٹیکل اور لٹریچر کے ذریعہ، منافرت کو ختم کرنے کا کام کیا جائے۔ ایک بہترین کتاب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب کی اسلام اور رواداری کے نام سے شائع ہوئی ہے، کاش اس طرح کی کتابیں یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ انگریزی اور ہندی میں لکھتے۔ یہ اہم کام ہے جو عصری جامعات کے مسلم اساتذہ کو کرنا چاہئے، یہ وہ کام ہے جو یونیورسٹی کے اساتذہ ملک کے علماء کرام سے زیادہ بہتر انجام دے سکتے ہیں۔ یہ وہ کام ہے جس سے ہندوستان میں مسلمانوں کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ عصری جامعات کے مسلم اساتذہ میں شاید ہی کوئی ہوگا جسے مذکورہ تجویز سے اختلاف ہوگا۔ لیکن تجویز سے اتفاق کرنا اور عملی طور سے کام کا آغاز کرنا دو الگ چیزیں ہیں۔ عملی کام کا آغاز اس طرح ہونا چاہئے کہ ہم خیال اساتذہ ایک جگہ مل کر بیٹھیں اور کام کا عملی منصوبہ بنائیں، اس کے بعد چند غیر مسلم اساتذہ اور شہر کے چند غیر مسلم دانشوروں کو دوستانہ ماحول میں موضوع پر گفتگو کی دعوت دیں، اور ثقافتی تعلقات کو فروغ دیں۔ اس پلیٹ فارم کا کوئی بھی نام رکھا جاسکتا ہے اور یہ کام ہر شہر میں ہو اور ہر بار مناقشہ کے لئے کوئی نیا موضوع اختیار کر لیا جائے، اور اظہار خیال کے لئے غیر مسلم دانشوروں کو دعوت دی جائے۔ مختصر یہ کہ غیر مسلم دانشوروں کے ساتھ مذاکرہ علمی کا مسلسل انعقاد باہمی منافرت کو ختم کرنے کے لئے ضروری کام ہے۔

ایک بڑی غلط فہمی یہ بھی ہے کہ ایک ٹیچر کو صرف اپنے شعبہ یا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اپنے ڈسپلن کے موضوعات پر قلم اٹھانا چاہئے۔ ایک مفکر، ایک ادیب اور صاحب قلم کے موضوعات کی کوئی سرحد نہیں ہوتی ہے، وہ ہر حسن کی تعریف کرتا ہے اور ہر بدصورتی اور ہر ناانصافی کو اپنے دشنۂ قلم کا نشانہ بناتا ہے۔ سرسید نے تہذیب الاخلاق میں، مولانا آزاد نے الہلال میں، مولانا سید سلیمان ندوی نے معارف کے شذرات میں، ڈاکٹر عابد حسین نے اسلام اور عصر جدید میں، اسی ذہن وفکر کے مطابق مضامین لکھے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمان مختلف نشیب وفراز سے گزر رہے ہیں، انہیں تاریخ میں بار بار مختلف نوعیت کے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اب اس زمانہ کا یہ نیا چیلنج ہے کہ ان کو غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ہے جس کی تہ برادران وطن کے دماغوں میں بیٹھ چکی ہے، اور جن کا وائرس افکار کو زہر آلود کر چکا ہے۔ برادران وطن کی غلط فہمیوں کے خارزار کو دور کرنے کے بعد بڑی حد تک مشکلات کا خاتمہ ہوسکتا ہے، اس کام کے لئے تمام عصری جامعات کے مسلم اساتذہ کو اور دانشور حضرات کو اپنا رول ادا کرنا ہوگا، جو حضرات بامقصد زندگی گزارتے ہیں وہ اپنے اس مشن کی تکمیل کو اپنے مقصد میں شامل کرلیں اور اس کی منصوبہ بندی کریں۔

ہندو مسلم خلیج کو دور کرنے کے اس درجہ اول کی اہمیت کے کام کے بعد، دوسرا کام مسلمانوں کی نئی نسل میں جدید تعلیم کے فروغ کے لئے رہنمائی کرنا ہے، دنیا کی تمام قوموں میں مسلمان عصری تعلیم کے میدان میں سب سے زیادہ پس ماندہ ہیں۔ اس ملک میں جامعات کے مسلم اساتذہ کو اس تعلیمی زبوں حالی کا مداوا کرنا ہے، اور زبان قلم کو اور اپنی قوت عمل کو اس مقصد کے لئے استعمال کرنا ہے۔ یونیورسٹی کے اساتذہ کو ایک تنظیمی طاقت بنا کر یہ سب کام انجام دینا چاہئے، ان کو بہت سے تعلیمی ادارے، اسکول اور کالج قائم کرنا چاہئے۔ دنیا میں وہ ملک زیادہ ترقی یافتہ ہیں جہاں ٹکنالوجی زیادہ ترقی یافتہ ہے، اگر ایسے کالج قائم کئے جائیں جہاں سائنس اور ٹکنالوجی کی تعلیم ہو، تو یہ امت مسلمہ کی ترقی کی جانب قدم ہوگا، دینی مدارس کے فارغین سے اس کام کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے، دہلی کے اوکھلا کے علاقہ میں تقریبا ۸/لاکھ کی مسلم آبادی ہے، اتنی بڑی آبادی میں اگر مسلمانوں کا ایک بھی ایسا اسکول نہ ہو جو دہلی کے اچھے اسکولوں کی صف میں آتا ہو، تو یہ اغماض اور غفلت کا جرم ہے، جو جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں سے صادر ہوا ہے، اگر یہ کام یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ نہیں کرتے ہیں، اور صرف معیار زندگی کی بلندی کی ریس میں شامل رہتے ہیں اور صرف عیش وآرام کی زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں، تو ان کی زندگی اس حدیث نبوی کے مصداق ہے جس میں کہا گیا ہے: جس نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی فکر نہیں کی وہ مسلمان ہی نہیں ہے: **من لم یهتم بامر المسلمین فلیس منهم** .

اب حرفے چند عربی زبان اور ورناکلر لینگو جز کے اساتذہ کے بارے میں، یونیورسٹی میں عربی زبان وادب کے جو اساتذہ ہوتے ہیں ان کی غالب اکثریت کسی دینی مدرسہ کا پس منظر رکھتی ہے، ان اساتذہ کو پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ پر عمل پیرا ہونا چاہئے تھا، اپنے مادر علمی کی اخلاقی، مالی اور مادی مدد کرنی چاہئے تھی، ہندوستان میں مسلمانوں کے سامنے مسائل اور مشکلات کا جو چیلنج ہے اسے دینی جماعتوں نے اور علماء دین نے قبول کیا ہے۔ علماء دین کی قیادت نے آزادی کے بعد سے ان مشکلات کے سامنے سپر انداز ہونے کی نہیں، بلکہ سینہ سپر ہونے کی کوشش کی ہے۔ یونیورسٹی کے مدرسہ بیک گراؤنڈ کے مسلم اساتذہ نے نہ صرف یہ کہ مسلم قیادت کی کوئی دستگیری، رہبری یا ہمسفری نہیں کی بلکہ ان سے ایک فاصلہ قائم رکھا، اور یہ مفروضہ قائم کرلیا کہ مسلمانوں کے مسائل جو لاینحل ہیں، ان کو حل کرنے کی ان پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے، یہ کام دینی جماعتیں کریں تو کریں، یہی سوچ اور یہی کج کلاہی اور یہی ادائے بے نیازی اور بے فکری اور اجتماعی کاموں سے طرز تغافل دراصل یونیورسٹی کا وائرس ہے۔ اور یہ وائرس جب کسی مسلم استاذ کو لگ جاتا ہے تو وہ بے باکی اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بے خوفی کو ختم کر دیتا ہے اور اس کے اندر ''وہن'' بزدلی پیدا کرتا ہے، اسے قوم وملت اور دین ومذہب کی متنوع ذمہ داریوں سے کاٹ دیتا ہے۔ اور انہیں خودغرض بنا دیتا ہے۔ پھر انہیں نہ تو مسلمانوں کے آشیانوں کے لٹنے کا کرب رہتا ہے، اور نہ نشیمن بنانے کی خواہش، اور نہ اجتماعی زندگی میں لگنے والے زخموں کا کوئی افسوس اور غم۔ خودغرضانہ اور بے نیازانہ زندگی گزارنے والے ایسے اساتذہ کے نزدیک بس تنخواہ قاضی الحاجات اور کاشف البلیّات ہوتی ہے، اور اسی موٹی تنخواہ کے پرت میں وہ خطرناک وائرس ہوتا ہے، جو ان اساتذہ کو لگ جاتا ہے، اور ان کو ہر دینی، مذہبی، قومی اور ملی سرگرمی سے کنارہ کشی پر مجبور کر دیتا ہے، اور وہ قوم وملت کی رہبری سے علمی تحریری اور تقریری سطح پر بھی قاصر رہ جاتے ہیں۔ اگر ملت اسلامیہ کے فرزندوں کے دل میں جو یونیورسٹی کی اونچی تنخواہیں پاتے ہیں اسلام اور عالم اسلام اور مسلمانوں کے روح فرسا حالات کے لئے کوئی آتش غم اور چشم نم نہیں ہے، کہ تحریر وتقریر کے ذریعہ اس کا اظہار ہو سکے تو جانے دیجئے، کہ یہ رتبہ بلند ہر شخص کو نہیں ملتا ہے، نہ یہ گرد ملال ہر شخص کو نصیب ہوتی ہے، اس لئے ہمارے خیال میں فقیرانہ زندگی گذارنے والے بوریہ نشین علماء یونیورسٹی کی زرکار کرسیوں پر بیٹھنے والے اساتذہ سے بہتر ہیں۔

عربی، فارسی، اردو اور شعبہ اسلامیات اور دینیات کے بیشتر اساتذہ نہ علمی کام کرتے ہیں، نہ ادبی کام کرتے ہیں، نہ قابل ذکر علمی ادبی کتابوں کے ترجمہ کا کام کرتے ہیں، نہ ملت کے حالات اور مسائل سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ پروفیسر سعود عالم قاسمی جیسے ایک دو اشخاص کا استثناء ہوسکتا ہے، جو علمی کام بھی کرتے ہیں اور میدانی کام بھی انجام دیتے ہیں۔ اب تو علمی کام کرنے والے اساتذہ بھی نہیں رہے، اب تو پروفیسر عبدالحلیم ندوی اور پروفیسر سید حسن، پروفیسر محمد اجتباء ندوی اور پروفیسر خورشید احمد فارق جیسے لوگ داغ مفارقت دے گئے، پروفیسر سید احتشام ندوی کی شکل میں، داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی شمع ہے جو لو دے رہی ہے۔ اب کسی کا معیاری علمی ادبی فکری کام سامنے نہیں آتا ہے، علمی کتابوں کے ترجمہ کا کام بھی بند ہے۔ علم و ادب کی دنیا میں ترجمہ کا کام کلیدی اہمیت کا حامل ہے، یہ وہ روزن ہے جس سے دوسری زبانوں کی علمی اور تخلیقی سرگرمیوں کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، اور افکار نو بہ نو کا استقبال کیا جاتا ہے، اور تہذیبی لین دین کا عمل جاری ہوتا ہے۔ تخلیق کی گاڑی ایک پٹری پر چلتی ہے اور ترجمہ کی گاڑی دو پٹریوں پر چلتی ہے۔ تخلیقی کام یا علمی کام کے لئے ایک زبان کا جاننا کافی ہوتا ہے، لیکن ترجمہ کے لئے دو زبانوں کا جاننا لازمی ہے۔ ترجمہ کے ذریعہ ہم دوسری زبانوں کے افکار اور اقدار سے آشنا ہوتے ہیں۔ اب جب کہ دنیا کی طنابیں کھینچ لی گئی ہیں، کوئی زبان ترجمہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ ترجمہ کی اہمیت کسی طرح تخلیق وتصنیف سے کم نہیں، ترجمہ کے ذریعہ نئی آگہی کا نور پھیلایا جاتا ہے، نئے چراغ فکر ونظر جلائے جاتے ہیں۔ تخلیق کار تاج محل تخلیق کرتا ہے، مترجم اس تخلیق کے جلوے ساری دنیا میں پھیلاتا ہے، ترجمہ اگر کامیاب ہو تو وہ تخلیقی ادب کا حصہ بن جاتا ہے۔ ترجمہ کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ زبان شگفتہ ہو اور الفاظ کی نشست، جملوں کی ساخت، اجنبی نہ معلوم ہو۔ ترجمہ ہی کے ذیعہ کسی قوم وزبان کی تحقیقات اور ادبی شاہ کار پوری انسانیت کی ملکیت بنتے ہیں۔ سونا جب تک کان کے اندر دفن ہوتا ہے، اسے قوم کی ملکیت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ عربی زبان کے اساتذہ کو اور دیگر اہل علم کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ بوعلی سینا، ابن رشد، ابونصر فارابی وغیرہ کی عربی کتابوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا، تو سونا علم کی کان سے نکل کر عالم انسانیت کی دولت بن گیا اور اسی سے یورپ میں نشأۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ ہندوستان میں دارالترجمہ حیدرآباد کی خدمات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جس نے مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا اور اردو زبان کی دولت میں اضافہ کیا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

صاحب نے معاشیات میں ایم اے کیا تھا، پھر انہوں نے افلاطون کی بہترین کتاب ''ری پبلک'' کا اردو ترجمہ کیا تھا، علمی اور ادبی کتابوں کے ترجمہ کا کام بھی علمی کام ہے، اور اپنی اہمیت رکھتا ہے، زبان وادب کے اساتذہ کو ترجمہ کی اہمیت کا احساس ہونا چاہئے اور انہیں ترجمہ کے لئے ان موضوعات کو اختیار کرنا چاہئے، جس سے ہندوستانی اور اسلامی تہذیب کے وقار میں اضافہ ہو، ورنہ محض کیریئر کے لئے، یا زرکشی، زرگری کے لئے یا انٹرویو میں اپنا پبلشڈ ورک دکھانے کے لئے کچھ الٹے سیدھے کام کر لینا صلاحیتوں کا زیاں ہے، اور تعلیم کے مقدس پیشہ کے ساتھ بے وفائی ہے۔ اساتذہ کو یہ بجا شکایت ہوتی ہے کہ کوئی ناشر کتاب شائع کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے، اصلا جرم تو اساتذہ کا اور اہل زبان حضرات کا ہے جنہیں کتابیں خریدنے اور پڑھنے کا ذوق نہیں ہے۔ پھر کوئی ناشر کتاب کیسے اور کیوں شائع کرے؟ یونیورسٹی کے مسلم استاد کے شایان شان کام کوئی دینی مدرسہ قائم کرنا بھی نہیں ہے اور نہ جماعت میں بار بار چلہ لگانا ہے، بلکہ اس ملک میں دانشورانہ سطح پر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی گرہیں کھولنا ہے، یا ٹھوس دانشورانہ علمی کام انجام دینا ہے، یا مسلمانوں کی ذہن سازی کرنا ہے۔ قرطاس وقلم سے وابستگی عصری جامعات کے استاذ کی اولین ذمہ داری ہے۔ لکھنا ہمیشہ بہت زیادہ پڑھنے سے آتا ہے، یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ الا ماشاء اللہ پڑھتے ہی نہیں ہیں، انہیں پڑھنے کی بھوک ہی نہیں لگتی ہے، علم وادب کی غذا کی طلب ہی ان کے اندر نہیں پائی جاتی ہے، مستثنیٰ اشخاص کو چھوڑ کر کے یہ ایک بیمار لوگوں کی جماعت ہے، جس شخص کی بھوک ختم ہو جائے اسے بیمار ہی کہا جاتا ہے۔ ان میں سے بیشتر کو معلوم ہی نہیں ہوتا ہے، کہ دنیا میں پرنٹ ورلڈ میں مختلف موضوعات پر کیسی فکر انگیز اور معلومات افزا کتابیں سامنے آرہی ہیں، کتابوں کی دکانوں پر جانے کا انہیں کوئی شوق نہیں ہوتا ہے، ان کی تنخواہ کا ایک فی صد حصہ بھی کتابوں کی خریداری پر خرچ نہیں ہوتا ہے۔

غزل

جناب نعیم صدیقی مرحوم

ہر جابرِ وقت سمجھتا ہے محکم ہے مری تدبیر بہت
پھر وقت اسے بتلاتا ہے تھی کند تری شمشیر بہت

دشمن سے کہو، اپنا ترکش چاہے تو دوبارہ بھر لائے
اِس سمت ہزاروں سینے ہیں اُس سمت اگر ہیں تیر بہت

اس پاک لہو کی تابانی ہر لحہ فزوں تر ہوتی ہے
جو رنگ وفا سے بنتی ہے ہوتی ہے حسیں تصویر بہت

نکلے جو مجاہد کے لب سے وہ چیز ہی دیگر ہوتی ہے
کہنے کو تو ہم بھی کہتے ہیں ہر مسجد میں تکبیر بہت

اے راہروان راہ وفا ہم تم سے بہت شرمندہ ہیں
تم جان پہ اپنی کھیل گئے اور ہم سے ہوئی تاخیر بہت

اے شمع وفا کے پروانو! اس دور سے تم کو کیا نسبت
یہ دور نمائش خو، جس میں اخلاص ہے کم، تشہیر بہت

تم کوہ کن دوراں ہو تمہیں پرویز کا قصر بھی ڈھانا ہے
تیشے کی دھمک یہ کہتی ہے، نزدیک ہے جوئے شیر بہت

تم تیغ و تفنگ پر نازاں ہو مظلوم کی آہ کو کیا جانو
یہ برق کی صورت گرتی ہے اس آہ میں ہے تاثیر بہت

اے ساغر جبر کے متوالو انجام کو روس کے مت بھولو
ہے اک جھٹکے کا کھیل فقط لمبی ہی سہی زنجیر بہت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

عہد رسالت کا تعلیمی انقلاب

سالم فاروق ندوی

اسلام نے روز اول ہی سے تعلیم و تعلم کی ہمت افزائی اور افزائش کی ہے۔ قرآنِ کریم کی ابتدا تعلیم کی تلقین سے ہوئی اور پھر وحی کا ایک معتد بہ حصہ تعلیم کی اہمیت، علوم کی قسمیں، تعلیم یافتہ اقوام کی پذیرائی، تعلیم حاصل کرنے والے افراد کی حوصلہ افزائی پر نازل ہوا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے اس تعلیمی نہج کو ایک مشن کی شکل دے کر آگے بڑھایا، اس کی اہمیت وافادیت کو دنیا میں متعارف کرایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناخواندگی دور کرنے میں اس قدر دلچسپی تھی کہ تعلیم کے تمام انتظامی امور کی بذات خود سرپرستی و نگرانی فرماتے اور تدریس کے بھی فرائض انجام دیتے۔ علم کی تلقین کرتے ہوئے عام حکم جاری کیا گیا:

''ماں کی گود سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو''۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند سالوں میں مسلمانوں کا پورا معاشرہ اس قدر تعلیم یافتہ ہو گیا کہ اب تجارت یا آپسی لین دین کے معاملات کے لیے گواہوں کے ساتھ تحریری طور پر دستاویز کا بھی حکم نازل ہو گیا۔ قرآن کریم میں یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ معاشرے میں تعلیم و تعلم کی ایک عام فضا قائم ہو چکی تھی اور لکھنے پڑھنے والے ہر عامی کو بآسانی میسر آسکتے تھے۔

سچی بات یہ ہے کہ اسلام کے تعلیمی انقلاب کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ممکن ہوگا جب کہ زمانہ جاہلیت کی شرح خواندگی کو سمجھ لیا جائے۔ بلاذری کی ''فتوح البلدان'' کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی جاتی ہے کہ مکہ مکرمہ اس وقت کی سب سے بڑی آبادی تھی، مگر پوری آبادی میں محض سترہ لوگ ایسے تھے جو صحیح طرح اپنا نام لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

رہا سوال دوسری تہذیبوں کا تو یا تو وہ تعلیم جیسے لفظ سے ناآشنا تھیں یا پھر وہ ایک مخصوص و محدود طبقہ میں سمٹ کر رہ گئی تھیں، ہندوستان کی قدیم ''برہمنی تہذیب'' اور ''گروکل'' کی تاریخ اس بات کا بین ثبوت پیش کرتی ہیں۔

ایسے ماحول میں اسلام نے سب سے پہلے ایک انقلابی نظام تعلیم تشکیل دیا، جس کی سب سے بڑی خوبی تعلیم کے ساتھ تربیت، تہذیب و اخلاق، نفوس کا تزکیہ و آداب معاشرت و معیشت، شخصیت سازی و کردار سازی تھی۔ یہی وہ عناصر ہیں جس نے اسلام کی حقانیت اور اس کی کاملیت و اکملیت کو جہاں بالکل واضح کیا، وہیں اس تعلیم نے پس ماندہ عوام اور جابرانہ نظام حکمرانی کے خلاف ایسے مزین اور مفید و انصاف پرور زرّیں اصول سکھائے کہ یہی قوم رہتی دنیا تک کے لیے سب سے بہترین قوم اور مثال بن گئی۔

آج ہمارا موجودہ نظام تعلیم، تربیت کے تمام عناوین سے نہ صرف خالی ہے؛ بلکہ اس کی بھرپائی کی بھی کوشش نہیں ہوتی اور اگر کہیں اکا دکا کوششیں کی بھی جاتی ہیں تو وہ محض انفرادی بودی کوششیں ہوتی ہیں۔ جبکہ اسلام کے انقلابی نظام تعلیم کا دوسرا اور بنیادی عنصر تربیت اور تزکیہ تھا جس سے مناسب روحانی ترقی کے نتیجے میں خاک سے انسان بنائے جاتے تھے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بلاشبہ یہ انسانی زندگی خود اپنے وجود میں ایک کائنات ہے، ”مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق“... اسلام تعلیم کے ذریعہ اس کی کلی تربیت کرتا ہے، انسانی زندگی سے جڑے تمام پہلو، سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی، اخلاقی، روحانی، نفسیاتی، اور حیاتی سب کی مجموعی تربیت انجام دیتا ہے۔ اسلام نے تعلیم کی نہ صرف تبلیغ کی؛ بلکہ اس کی ترغیب دی اور اس کو عام رواج دیا، ہر خاص و عام، امیر وغریب، مرد وعورت اور غلام و آزاد سب کے لیے تعلیم کے دروازے کھول دیئے، جس کے نتیجہ میں پوری فضا تعلیمی ماحول میں بدل گئی، صحابہ کرام چلتے پھرتے اسکول ومدرسے بن گئے۔

اسلام نے تعلیم کو ایک تحریک کی شکل دی جس کے بعد ماہرین تعلیم کا ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا کہ دوسرے قبائل کی تعلیمی نگہداشت وتربیت کے لیے ماہر، منتخب اساتذہ کو بھیجا جا سکے اور وقتا فوقتا ان کو بھیجا گیا۔ تعلیم کے مشن کو اس قدر سنجیدگی سے لیا کہ ایک موقع پر 70 ماہر قرآن مختلف علوم وفنون کے اسپیشلسٹ صحابہ کرام کی شہادت تک کا غم سہنا پڑا، بیرٔ معونہ اور مقام رجیع دونوں حادثوں میں وہ اساتذہ شہید کیے گئے جن کو دوسرے قبائل کی تعلیم و تربیت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اسلام نے تعلیم کے نظام کو فروغ دینے اور معاشرے کے ہر شخص کو تعلیم یافتہ بنانے کے لیے الگ الگ نوعیت کے تعلیمی نظام کی طرح ڈالی، قلیل مدتی اور طویل مدتی کورسز متعارف کرائے، جس کے پاس جتنا وقت ہو وہ اسی لحاظ سے تعلیم حاصل کرے۔

تعلیم بالغان جو اس وقت جدید عصری تعلیم کی اصطلاح ہے دراصل اس کا نظم ابتدائے اسلام ہی میں شروع ہو گیا تھا یا یوں کہیے کہ عہد رسالت کا مرہون منت ہے۔ تعلیم بالغان کے لیے اول مکی دور میں دار ارقم میں تعلیم کا نظم کیا گیا، ہجرت سے قبل مصعب بن عمیر کو مدینہ منورہ کی جانب بحیثیت استاد بھیجا گیا پھر ہجرت کے بعد مسجد نبوی میں تعلیمی حلقے قائم کیے گئے جن میں لوگ دور دراز سے آتے، صفہ نبوی کو اپنی رہائش اور تعلیمی مدرسہ بنا لیتے جہاں وہ علم ودانش، فکر ونظر سے اپنے علمی ودینی کشکول بھرتے اور رسول اللہ ﷺ کے علوم خاصہ سے استفادہ کرتے اور دین کی الگ الگ نوعیت کی باتیں سیکھتے۔ مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ منورہ میں نو مساجد (mosque school) اور تھیں جہاں معلمین کو مقرر کیا گیا تھا عموماً مساجد کے ائمہ ہی اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

اس کے بعد باقاعدہ بورڈنگ اسکول (اقامتی یونیورسٹی) صفہ قائم کیا گیا، یہ مدرسہ مدینہ منورہ کا مرکزی مدرسہ تھا جہاں دو قسم کے طلبہ زیر تعلیم تھے، اول وہ جن کا تعلق شہر مدینہ سے تھا وہ اپنے فارغ اوقات میں آتے، پڑھتے اور چلے جاتے، دوسرے ایسے فارغ الاوقات جن کے گھر نہیں تھے وہ ہاسٹل کی طرح قیام بھی وہیں کرتے تھے۔ اس بورڈنگ اسکول میں لوگوں کو مختلف علوم میں تخصّصات کی تعلیم دی جاتی تھی جن کا مشن تعلیم وتربیت، دعوت و تبلیغ اور روح اسلام کو عام کرنا تھا، یہاں پر کئی الگ الگ درس گاہیں قائم تھیں جن کے لیے الگ الگ افراد متعین تھے۔ مثلاً کسی کے ذمہ تھا کہ وہ لکھنا پڑھنا سکھائیں، کسی کی ذمہ داری نو وارد مہمانان اسلام کو دین کے فقہی مسائل اور احکام عبادت سکھانا تھا، کسی کی ذمہ داری قرآن کریم کا حفظ کرانا تھا۔

ان کے علاوہ ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دیگر فنون کی بھی ہدایت کی گئی تھی، جیسے نشانہ بازی، پیراکی، ریاضی، علم وراثت، علم الانساب، علم ہیئت وغیرہ۔ جن ماہر اساتذہ پر اصحاب صفہ کی تعلیم کی ذمہ داری تھی، ان میں عبداللہ ابن مسعودؓ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، ابو ہریرہ، زید بن ثابت، عبادہ بن صامت، جابر بن عبداللہ، ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہم جیسے صاحب علم وکمال تھے۔ جن سے ماہرین علم وفن کی ایک بڑی جماعت وجود میں آئی، پھر ساری دنیا میں علم کے چراغ روشن ہوئے، تعلیم کو عام کرنے کے لیے ہدایت تھی، کہ جس نے جو کچھ سیکھا وہ اپنے پڑوسی کو سکھائے، چراغ سے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

چراغ روشن ہو کر ایک ایسا ماحول تیار ہو جہاں سے جہالت کے اندھیرے یک طرفہ چھٹ جائیں۔

صفہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی، بعض روایات میں ایک مرتبہ یہ تعداد 80 تک شمار کی گئی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق صفہ کے فارغین کی تعداد چار سو تک شمار کی گئی ہے، اس مرکزی درسگاہ سے کسب فیض کرنے والوں اور نور نبوت سے مستفیض ہونے والوں میں ابو ایوب انصاری، ابو ذر غفاری، ابو سعید خدری، ابو عبیدہ بن جراح، ابو فراس اسلمی، ابو ہریرہ، اسماء بن حارثہ، براء بن مالک، بلال بن رباح، ثابت بن ضحاک، ثابت بن ودیعہ، ثقیف بن عمرو، ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حارثہ بن نعمان، حازم بن حرملہ، حبیب بن زید، حذیفہ بن اسید، حذیفہ بن یمان، حکم بن عمیر، حنظلہ بن ابو عامر، خباب بن ارت، زید خطاب، سعد بن وقاص، سعید بن عامر، سلمان فارسی، شداد بن اسد، صہیب بن سنان، عبد اللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فضل وکمال تھے، جن میں کئی لوگ بعد میں تخت وتاج کے مالک بنے، سیاست وحکومت کی باگ ڈور سنبھال کر منتشر دنیائے انسانیت کو امن وسکون کی دولت عطا کی، یہ سب اسلام کے اسی تعلیمی انقلاب کا نتیجہ تھا۔

تعلیم کے سلسلے میں اسلام کسی صنفی تقسیم کا قائل نہیں ہے، سب کو ہر قسم کے علوم وفنون حاصل کرنے پر ابھارتا ہے، مردوں کے ساتھ خواتین کی تعلیم کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوقات کو فارغ کیا، عورتوں سے بھی اس کا مطالبہ کیا تاکہ خواتین بھی علم حاصل کر کے معاشرے کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں، امہات المومنین میں حضرت عائشہ، ام سلمہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہن خواتین کی تعلیم کے لیے متعین تھیں، حضرت عائشہ حدیث کے علاوہ تفسیر، فقہ، ادب، شاعری اور طب کی ماہر تھیں، ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ کی درس گاہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، جس سے مرد صحابہ بھی استفادہ کرتے تھے۔ اس وقت حضرت عائشہ چھوٹے بچوں کی بھی خصوصی تربیت فرماتیں۔ حج کے موقع پر حضرت عائشہ کے خیمے میں آکر ہی دور دراز سے آئی ہوئی خواتین احکام حج سیکھتی تھیں۔

دینی تعلیم کے علاوہ دوسری عصری تعلیم پر بھی توجہ دی گئی، اور اس کے لیے غیر مسلموں کی مدد تک لینے میں آپ نے گریز نہ کیا، چنانچہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ یہ طے پایا کہ وہ مدینہ میں مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں، یہی ان کا فدیہ ہوگا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو ایک طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چیف سکریٹری کی حیثیت سے تھے کئی زبانوں کے ماہر تھے۔

دوسرے مذاہب کا لٹریچر سیکھنے پر بھی زور دیا گیا، چنانچہ کئی صحابہ توراۃ وانجیل کے عالم تھے۔ مختلف علوم وفنون میں تخصصات کے شعبے قائم کیے گئے، جہاں سے جلیل القدر ماہرین فن تیار ہوئے جو اپنے آپ میں مرجع خلائق کی حیثیت رکھتے تھے۔

غرض ایک بہت بڑا طبقہ صحابہ کرام کا ایسا تشکیل پایا کہ اب معاشرے میں بجز چند لوگوں کے چاروں طرف علم کی فضا عام ہو چلی تھی، یہ وہی لوگ تھے جو چند سالوں پہلے دنیا کی نظر میں بے حیثیت تھے اب دنیا انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگی، اسلام کے اس تعلیمی انقلاب کا نتیجہ تھا کہ چند ہی سالوں میں صحراء نشیں ریگستانوں سے اٹھ کر روم، فارس، ایران ومصر کے تخت نشیں بن گئے، اور پھر ساری دنیا کو وہ علوم عطا کیے جن کے صدقہ میں، دنیائے انسانیت کی علمی تشنگی بجھی اور جدید علم وتحقیق کی راہیں ہموار ہوئیں۔

وہ بن گئے اوروں کے ہادی
جو اونٹ تلک چروا نہ سکے
یہ فیض ہے، فیض نگاہ نبی
کیا کچھ نہیں بخشا آقاء نے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شراب نوشی کے دینی اور دنیوی نقصانات

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

اسلام نے انسان کو پاکیزہ زندگی گزارنے کی تعلیم دی اور صالح معاشرہ کو تشکیل دینے اور تعمیر کرنے کی ترغیب دی۔ حلال و حرام کی تمیز سکھائی، جائز وناجائز کے حدود بتائے، مفید ومضر کے فرق کو واضح کیا، اشیائے خورد ونوش میں اچھے برے، طیب و خبیث کو الگ الگ کرکے دکھایا، جو چیزیں انسان کی صحتِ ظاہری و باطنی کے لئے خطرناک ہیں ان کی حقیقتوں کو اجاگر کیا، اور جن چیزوں سے صرف ایک فرد تباہی کے دہانے پر نہیں بلکہ پورا معاشرہ بربادی کے گڑھے میں چلا جاتا ہے ان کو بھی بیان کیا۔ کھانے پینے کی کن چیزوں کا اثر اس کے جسم کے ساتھ روح پر پڑتا ہے اور دنیا کے ساتھ آخرت کے خسارہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے اس کو بھی بڑے اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسلام نے انسانوں کو دین و دنیا کی زندگی کے بہت بہترین اصول وآداب سے نوازا ہے۔ اور کسی بھی موقع پر بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ پاکیزہ وپیاری تعلیمات کا ایک حسین گلدستہ عنایت کیا اور رہنمائی سے روشن راستہ دکھایا۔ ایک مسلمان بلکہ ایک عام انسان بھی کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں اسلامی ہدایات اور نبوی ﷺ تعلیمات پر عمل پیرا ہوگا تو یقیناً اس کی دنیا وآخرت سنور جائے گی۔

اسلام نے بڑی تاکید کے ساتھ منشیات اور شراب نوشی سے روکا اور اس کے استعمال کو سختی سے منع کیا ہے۔ شراب نوشی یا منشیات کا استعمال انسان کے لئے دین ودنیا دونوں اعتبار سے بہت ہی نقصان دہ اور ہلاکت خیز ہے۔ اسلام نے پاکیزہ معاشرہ کا جو تصور پیش کیا ہے اگر اس کو روبہ عمل لانا ہو تو پھر منشیات سے معاشرہ کو پاک کرنا ہوگا، ظلم وجور، بغض وعداوت، قتل وغارت گری، لوٹ کھسوٹ، چوری وڈکیتی، زناکاری وفحاشی، بے غیرتی و بدتہذیبی کا اگر خاتمہ کرنا ہے تو یقیناً شراب نوشی ومنشیات سے افراد کو بچانا اور علاقوں کو محفوظ کرنا لازمی ہوگا۔ چوں کہ شراب ہی سارے فساد کی جڑ اور تمام تر گناہوں کی بنیاد ہے۔ نشہ کی وجہ سے بندہ بہت ساری خرابیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور غلطیوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو آئیے ایک مختصر نظر شراب ومنشیات کے استعمال کے نقصانات پر ڈالتے ہیں، تاکہ مقدور بھر اس کی کوشش کی جاسکے کہ ہمارا معاشرہ اور ہمارے افراد اس لعنت سے محفوظ رہ سکیں۔

شراب نوشی زمانۂ جاہلیت میں

اسلام سے قبل دنیا جہاں بہت سی خرابیوں اور تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی وہیں شراب نوشی اور نشہ بازی میں بھی غرق تھی، لیکن اسلام نے اپنی آمد کے ساتھ ہی نشہ کی چیزوں کی مذمت اور قباحت کو بیان کرتے ہوئے اس سے انسانوں کو بچایا۔ زمانہ جاہلیت میں شراب نوشی جس کثرت سے کی جاتی تھی اس کو بیان کرتے ہوئے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے:

’’اخلاقی اعتبار سے ان کے اندر بہت سی بیماریاں اور امراض گھر کئے ہوئے تھے، اور اس کے اسباب واضح ہیں، شراب عام طور سے پی جاتی تھی اور ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، اس کا تذکرہ ان کی ادبیات اور شاعری کی بہت بڑی جگہ کو گھیرے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہوئے ہے۔عربی زبان میں اس کے نام جس کثرت سے ہیں اور ناموں میں جن باریک فرقوں اور پہلوؤں کا لحاظ کیا گیا ہے اس سے اس کی مقبولیت وعمومیت کا اندازہ ہوسکتا ہے، شراب کی دکانیں برسرِ راہ تھیں اور علامت کے طور پران پر پھریرا لہراتا تھا''۔ (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر:59)

جب اسلام کی سنہری تعلیمات آئیں، اور جینے کے قرینے سے آگاہ کیا گیا، شراب کی مختلف حیثیتوں سے مذمت کی گئی، اس کے نقصانات کو بیان کیا گیا، اس کے ناپاک اور حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تو پھر کایا ایسی پلٹی کہ کل تک جو شراب کے عادی تھے انہی لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے شراب کے جام توڑے، شراب کو پانی کی طرح نالیوں میں بہادیا اور حکمِ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو قبول کرتے ہوئے دنیا والوں کے سامنے ایک مثال قائم کی۔ بقول حضرت مفتی محمد شفیعؒ :

آں حضرت ﷺ کے منادی نے جب مدینہ کی گلیوں میں یہ آواز دی کہ اب شراب حرام کردی گئی ہے تو جس کے ہاتھ میں جو برتن شراب کا تھا اس کو وہیں پھینک دیا، جس کے پاس کوئی سبو یا خم شراب کا تھا اس کو باہر لاکر توڑ دیا۔۔۔مدینہ میں اس روز اس شراب طرح بہہ رہی تھی جیسے بارش کی رَوکا پانی، اور مدینہ کی گلیوں میں عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ جب بارش ہوتی تو شراب کی بو اور رنگ مٹی میں نکھر آتا تھا۔ (معارف القرآن 1:/ 525)

شراب شیطانی عمل ہے

قرآن کریم میں شراب نوشی کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شیطان اس شراب ہی کے ذریعہ دشمنیاں اور عداوت کو پیدا کرتا ہے اور اللہ کی یاد سے غافل کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: یاایھاالذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون. انمایرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکراللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون (المائدۃ:91)

''اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی کے بیج ڈال دے، اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، اب بتاؤ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟'' اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالی نے شراب کی حرمت کو تاکید کے ساتھ بیان کیا اور اس کے نہایت قبیح ہونے کو بھی ذکر کیا ہے۔

ہر نشہ آور چیز حرام ہے

نشہ آور چیزوں میں سب سے پہلا درجہ شراب کا ہے جس کی حرمت کو اللہ تعالی نے بیان فرمایا، نبی کریم ﷺ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ شراب کے ساتھ ہر وہ چیز اور مشروب بھی حرام ہے جو نشہ لانے والا ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حرم اللہ الخمر، وکل مسکر حرام (نسائی: 5633) ''اللہ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے''۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ایک ارشاد ہے:

کل شراب اسکر، فھو حرام (بخاری:۲۳۷)

''ہر پینے والی چیز جو نشہ لائے تو وہ حرام ہے۔''

ایک ارشاد میں فرمایا:

کل مسکر خمر، وکل خمر حرام (مسنداحمد: 4506) ''ہر نشہ والی چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔''

نشہ آور چیز چاہے کم ہو یا زیادہ ہر صورت میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد مبارک ہے:

ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (ترمذی:1784)

''جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ پیدا کرے تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔''

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اس سلسلہ میں اور بھی احادیث نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں جس میں آپ ﷺ نے صاف فرمایا کہ نشہ آور چیز تھوڑی ہو یا زیادہ بہرصورت اس کا استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہوگا۔

شراب نوشی کے دینی نقصانات

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، چاہے وہ شراب ہو یا شراب کی طرح نشہ پیدا کرنے والی ہو تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ نشہ آور چیز کے استعمال کرنے کی وجہ سے بندہ کس قدر دینی نقصانات سے دوچار ہوتا ہے، کیا پھٹکار اور لعنتیں اس پر برستی ہیں اور کس طرح وہ خیر اور بھلائی سے محروم رہ جاتا ہے۔

شراب تمام خرابیوں کی جڑ ہے

نبی کریم ﷺ نے شراب کو تمام برائیوں اور خرابیوں کی کنجی اور جڑ قرار دیا ہے، اس کے استعمال کرنے کی وجہ سے وہ برائیوں کے دروازوں کو کھول بیٹھتا ہے اور گناہوں و نافرمانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لاتشرب الخمر، فانها مفتاح کل شر (ابن ماجہ: 3370) ”کہ شراب نہ پینا، کیوں کہ وہ ہر شر کی کنجی ہے۔“

آپ ﷺ نے شراب کو ”ام الفواحش“ یعنی برائیوں اور بے حیائیوں کی ماں قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

الخمر أم الفواحش اکبر الکبائر من شربها وقع علی امه وعمته وخالته۔ (دار قطنی: 4052)

”کہ شراب فواحش کی ماں ہے، اور اکبر الکبائر (کبیرہ گناہوں میں بہت بڑا گناہ) ہے، جو اس کو پیتا ہے وہ اپنی ماں اور پھوپھی اور خالہ کے ساتھ بھی بدکاری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: **لاتشربن الخمر، فانه راس کل فاحشة** (مسند احمد: 21503) کہ تم ہرگز شراب نہ پینا، اس لئے کہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔“

شراب نوشی کی وجہ سے محرومیاں

شراب نوشی کے دینی نقصانات بے شمار ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بندہ جب خدا کے منع کرنے کے باوجود کسی چیز کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ عمل خود محرومی کا باعث ہوتا ہے اور جب ان چیزوں میں مصروف ہو جائے تو ہلاکت اور مردودیت میں اضافہ ہی ہوگا۔ آپ ﷺ نے شراب نوشی کی مختلف زاویوں سے مذمت بیان کی اور مئے نوشی کی بنا پر دینی اعتبار سے ایک مسلمان جس درجہ نقصان اٹھانے والا ہوتا ہے اس کو بہت ہی اہتمام کے ساتھ ذکر فرمایا، چناں چہ ان ارشادات میں سے چند یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

من شرب الخمر ثم لم یتب منها، حرمها فی الاخرة (بخاری: 5172) ”کہ جس نے دنیا میں شراب پی، پھر اس سے توبہ نہیں کی، تو وہ آخرت کی شراب سے محروم کر دیا گیا“

آپ ﷺ نے فرمایا:

مدمن الخمر کعابد وثن (ابن ماجہ: 3374) ”کہ شراب کے عادی شخص کی مثال بت پرستی کرنے والے کی طرح ہے۔“

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

لایدخل الجنة مدمن الخمر (ابن ماجہ: 3375)

”کہ شراب پینے کا عادی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

آپ ﷺ کا ایک ارشاد ہے کہ:

الخمر ام الخبائث ومن شربها لم یقبل الله منه صلاة اربعین یوما، فان مات وهی فی بطنه مات جاهلية (دار قطنی: 4050) ”کہ شراب خبائث کی جڑ ہے اور جس نے شراب کو پیا تو اللہ تعالی اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا، اور اگر کوئی شخص اس حال میں مرگیا کہ شراب اس کے پیٹ میں تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

شراب نوشی کے دنیوی نقصانات

شراب نوشی اور منشیات کے استعمال کی وجہ سے بندہ دینی اعتبار سے تو بہت بڑا خسارہ اٹھانے والا ہوتا ہی ہے، اس کے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اعمال قابلِ قبول نہیں ہوتے، اور وہ بہت سارے گناہوں میں اس کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے۔اسی کے ساتھ شراب ومنشیات کے اثرات خود انسان کی زندگی اور اس کے ظاہر پر بھی بہت بُرے پڑتے ہیں،اور رفتہ رفتہ اس کی وجہ سے انسان قبر اور جہنم کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔شراب کو عربی میں خمر کہتے ہیں،خمر کے معنی عقل کو ڈھانپ لینے کے ہے،شراب نوشی کی وجہ سے انسان کی عقل پر غفلتوں کے پردے پڑ جاتے ہیں،اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور انسان نہ اپنے حواس اور اعضا پر قابو رکھ پاتا ہے اور نہ ہی زبان وجسم کنٹرول میں ہوتا ہے۔جو چاہے بکتا ہے اور جیسا چاہے کرتا ہے،نہ زبان پاک رہتی ہے اور نہ ہی خیالات میں طہارت ہوتی ہے،نہ عادات واطوار ٹھیک ہوتے ہیں اور نہ ہی فکر وعمل میں درستگی ہوتی ہے،اور رشتوں کے تقدس کو بھی شرابی بھول جاتا ہے، اسی وجہ سے معاشرہ میں شراب نوش کو عزت کی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا اور کوئی اس سے تعلق رکھنے کو پسند نہیں کرتا،شراب نوش نہ اچھا باپ بن سکتا ہے،نہ اچھا بیٹا بن سکتا ہے،نہ اچھا شوہر بن سکتا ہے،نہ اچھا دوست بن سکتا ہے،نہ معاشرہ کا اچھا فرد بن سکتا ہے اور نہ ہی اپنے پیدا کرنے والے رب کا اچھا بندہ بن سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لا تشربوا مایسفه احلامکم، ومایذهب اموالکم (مصنف ابن ابی شیبہ:23288) ”کہ تم ایسی چیز نہ پیو جو تمہاری عقلوں میں فتور پیدا کردے اور تمہارے مال کو ضائع کردے۔“

شراب نوشی ومنشیات کے استعمال کی وجہ سے انسان قدر و احترام کے قابل بھی نہیں رہتا اور جسمانی اعتبار سے بیماریوں میں لت پت ہو جاتا ہے،اعضائے انسانی صحیح کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور ایک ڈھانچہ بن کر عبرت کا نشان بن جاتا ہے۔ڈاکٹر برنٹ اپنی کتاب ’’علاج ومعالجہ کے چند مقامات‘‘ جو 1971ء میں لندن کے کنگ کالج سے شائع ہوئی ہے،میں لکھتے ہیں:

’’وقتی طور پر سرور پیدا کرنے والی شراب جیسی کسی اور چیز کو انسان دریافت نہیں کرسکا،لیکن صحت کو تباہ کرنے کی جو تاثیر شراب میں ہے کسی اور میں نہیں ہے۔خطرناک زہر اور بدترین سماجی شر ہونے میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔‘‘ دماغی اور نفسیاتی شفاخانوں کی رپورٹیں بتاتی ہیں کہ ۵۰% سے زیادہ امراض ایسے ہیں جن کی توانائی وتندرستی اور صحت وقوت کو منشیات نے غارت کردیا ہے۔

عالمی ادارہ صحت W.H.O نے 80 ملکوں کے احوال و کوائف کا جائزہ لے کر یہ بتایا کہ امریکہ، برطانیہ،مغربی جرمنی، روس اور جاپان میں نفسیاتی، ذہنی اور اعصابی امراض میں بیش از بیش اور روز افزوں افزائش کا واحد سبب نشے بازی ہے۔ماہرین اطباء نے منشیات سے پیدا ہونے والی مختلف نفسیاتی بیماریوں کی نشان دہی کی ہے۔منشیات سے متعلق تحقیق وریسرچ کرنے والی ایک بین الاقوامی تنظیم کے مطابق منشیات سے درج ذیل عوارض لاحق ہوتے ہیں۔

(1) قوتِ حافظہ میں 22 فیصد کمی آجاتی ہے۔

(2) حساسیت میں 92 فیصد اضافہ ہوجاتا ہے۔

(3) آدمی 80 فیصد اختلال کا شکار ہوجاتا ہے۔

(4) 61 فیصد پریشانی اور بے چینی میں اضافہ ہوجاتا ہے

(5) ۸۸ فیصد منشیات کا عادی انسان سب سے الگ سوچ رکھنے والا ہوجاتا ہے۔(مستفاد: از منشیات اور اسلام:38)

فسادِ معدہ،خواہش طعام کا فقدان،اعضائے جسم کی ساخت میں خرابی، نشہ کے عادی لوگوں کی شکلیں جلد خراب ہوجاتی ہیں،آنکھیں باہر نکل آتی ہیں،رنگ وہیئت بدل جاتی ہے اور پیٹ بھاری ہوجاتا ہے۔بلکہ بعض جرمنی اطباء کا بیان ہے کہ چالیس سال کے نشہ کے عادی شخص کی ہیئت ساٹھ سال کے انسان کی سی ہوجاتی ہے،اور وہ جسم وعقل ہر اعتبار سے بوڑھا ہوجاتا ہے۔(شراب اور نشہ آور اشیاء کی حرمت ومضرت:92)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

منشیات کے استعمال اور شراب نوشی کے دینی اور دنیوی نقصانات پر بہت اختصار کے ساتھ چند باتیں پیش کی گئی ہیں، احادیثِ رسول ﷺ میں بڑی تاکید اور بہت اہتمام کے ساتھ نشہ آور چیزوں کی مذمت اور قباحت کو بیان کیا گیا ہے اور اس لعنت کے سبب انسان دنیا و آخرت میں کس نقصان سے دوچار ہوتا ہے اس کو بیان کیا گیا، اسی طرح چند اقوال دنیوی خرابیوں کے سلسلہ میں ذکر کئے گئے، باقی یہ ہے کہ اس وقت ماہرین اور اطباء کی جدید تحقیقات اس سلسلہ میں ہوش ربا ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر صالح اور پاکیزہ معاشرہ تعمیر کرنا ہو اور انسانوں میں حیا و اخلاق کے جوہر کو آراستہ کرنا اور ان کو تہذیب سے مزین کرنا ہو، تو لازمی طور پر منشیات اور شراب نوشی سے معاشرہ کو پاک کرنا ضروری ہوگا۔ اس کے بغیر پاکیزہ معاشرہ تشکیل نہیں ہو پائے گا۔ منشیات کے استعمال نے انسانی معاشرہ کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے۔ شراب کے دنیوی لحاظ سے کس درجہ نقصانات ہیں اس سلسلہ میں ایک جرمن ڈاکٹر کا یہ قول نہایت چشم کشا ہے کہ:

''تم شراب کی دوکانوں میں سے آدھی دوکانوں کو بند کر دو میں تم کو آدھے شفاخانوں، پناگاہوں اور جیل خانوں سے مستغنی ہونے کی ضمانت لیتا ہوں۔''

اسی طرح ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارے اندرون سے حرارتِ ایمانی کو سلب کرنے اور غیرتِ اسلامی کو نیست و نابود کرنے اور مسلم نوجوانوں کو عیاش و دین بے زار بنانے کے لئے دشمنوں نے شراب کو بھی بطور آلہ و ہتھیار کے استعمال کیا ہے چناں چہ ہنری فرنسی نے اپنی کتاب ''خواطر و سوانح فی الاسلام'' میں لکھا ہے کہ: ''وہ تیز ہتھیار جس کے ذریعہ اہلِ مشرق کو ختم کیا جاسکتا ہے اور وہ مؤثر تلوار جس کے ذریعہ مسلمانوں کا صفایا کر سکتے ہیں وہ شراب ہے۔ (نشہ آور چیزوں کی حرمت و مضرت:

99) [بقیہ صفحہ ۳۳ پر]

دوسری قوموں کی ہم پڑوسی

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

سورۂ مائدہ کے شروع میں ایک بڑی سی آیت ہے، اس کے پہلے ٹکڑے میں مسلمانوں کو شعائر اللہ کی تعظیم پر توجہ دلائی گئی ہے، اور دوسرے جزء میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا

اور یہ نہ ہو کہ کسی قوم کی دشمنی اس بنا پر کہ اُس نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا، تمہیں اس پر آمادہ کر دے کہ تم اُس کے ساتھ زیادتی کرنے لگو۔

یعنی دشمن کے بھی، اور پھر ایسے شدید دشمن کے جو خانہ کعبہ کی راہ روکے ہوئے ہے، حقوق ہوتے ہیں، مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ غصہ میں آکر ایسے موذی دشمن سے بھی کسی معاملہ میں ناانصافی کا برتاؤ کر بیٹھیں! اللہ اللہ! دنیا کی کون سی کتاب، بجز کتاب اللہ کے ہے، جس میں جان کے دشمنوں اور ایمان کے دشمنوں تک کے ادائے حقوق کی یہ تاکید اور یہ اہتمام ہے!

خیر یہ ذکر تو یہاں ضمناً آ گیا۔ اس وقت مقصود آیت کے تیسرے جزء پر توجہ دلانا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

اور نیکی اور پارسائی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

رہو، اور گناہ اور زیادتی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

مسلم قوم کے باہمی برتاؤ اور آپس کی معاملت و معاشرت کے لئے کتنا بہتر، کتنا اعلیٰ، ضابطہ عمل بتا دیا گیا ہے! ارشاد ہوتا ہے، کہ کسی مسلمان سے نہ خواہ مخواہ علاحدگی، مخالفت، بیگانگی جائز ہے، نہ اندھا دھند اُس کی موافقت، تائید و حمایت۔ دیکھنے کی شے، اشخاص نہیں، اعمال ہیں۔ اگر کسی کا کوئی عمل اچھا ہے، نیک ہے، مفید ہے، تو بلا تامل اُس کا ساتھ دے دینا چاہئے، بلا لحاظ اس کے کہ وہ شخص ہے کون، اور اگر کوئی عمل بد ہے، مضر ہے، ناجائز ہے تو اُس میں شرکت سے بچنا چاہئے، اُس سے علیحدہ رہنا چاہئے، خواہ اس عمل کا پیش کرنے والا کوئی بھی ہو۔

اگر آج اس قانون پر عمل ہونے لگے، تو کیا یہ ہماری قائم کی ہوئی، امت کی تفریقیں اور تقسیمیں باقی رہ جائیں؟ ان گروہ بندیوں اور ٹولیوں اور ٹکڑیوں کا وجود کہیں رہ جائے؟ آج ڈاکٹر انصاری، اگر دو اور دو کا مجموعہ چار کہیں، تو اس کی تردید حلقہ محافظین حقوق مسلمین کی طرف سے فرض عین، اس لئے کہ انصاری، نہروانی، ہیں، کانگریسی ہیں! اور مولانا شوکت علی اگر دن کو دن اور رات کو رات بتلائیں، تو اس کی مخالفت آزاد خیال گروہ کی طرف سے ہونی فرضِ قطعی، اس لئے کہ شوکت علی ''ٹوڈی'' ہیں، گورنمنٹی ہیں! ''احرار'' ''مسلم کانفرنس'' کا بخیہ اُدھیڑ کر رکھ دیں گے، اور مسلم کانفرنس، احرار کو نیچا دکھا کر رہے گی! ''وہابی'' ''بدعتی'' کے پیچھے نماز نہ پڑھے گا، اور ''بدعتی'' ''وہابی'' کے سلام کا جواب نہ دے گا! علی گڑھ، دیوبند کا ساتھ نہیں دے سکتا، اور فرنگی محل، علی گڑھ کی قیادت نہیں قبول کر سکتا!

یہ ساری تفریق و انتشار، اسی خدائی قانون کو بھلا دینے کا نتیجہ ہے۔ نفس تقسیم میں مضائقہ نہیں، کروڑوں افراد کا اپنی اپنی طبیعت یا اپنے اپنے دائرہ عمل کی مناسبت سے، مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جانا، قابل اعتراض نہیں، بالکل قدرتی ہے۔ لیکن ایک گروہ کا دوسرے سے اس درجہ کدورت رکھنا، کہ اس کی ہر بات قابل تردید ٹھہر جائے، ایک دوسرے کی خوبیوں سے انکار محض اس بنا پر، کہ مخالف کیمپ سے کوئی مفید آواز بلند ہو سکتی ہی نہیں، یہ آخر کس اسلامی تعلیم کے موافق ہے؟ چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور پارٹیوں کے مذہبی یا سیاسی حیثیت سے، کچھ نام رکھ لئے گئے ہیں، اور ان ناموں کی بنا پر، ایک دوسرے سے مستقل عداوتیں، مستقل نفرتیں، پیدا کر لی گئی ہیں۔

آخرت میں تو خیر، جو کچھ پیش آنا ہے، پیش آ کر رہے گا ہی، اسی دنیا میں اس طرز عمل کا جو نتیجہ نکلا ہے، کیا وہ کسی سے مخفی ہے؟ کسی معاملہ میں نہ کوئی ایک آواز قوم کی ہے، نہ کوئی ایک سردار ہے، نہ کسی قسم کا نظام باقی رہ گیا ہے۔ بھیڑوں کا گلّہ بھی ایک ساتھ چلتا ہے، لیکن یہ کروڑوں کا انسانی گلّہ ایسا ہے، کہ اس کو ہر فرد کی راہ دوسرے سے جداگانہ! ہندو اگر ہم پر ہنسیں اور انگریز ہم پر تالیاں سجائیں، تو اس پر حیرت کیوں ہو؟

[صفحہ ۳۱ کا بقیہ]

اسی طرح ان کا یہ بھی یقین ہے کہ:

''شراب کا ایک جام اور مغنیہ کا ایک گانا وہ کام کر سکتے ہیں جو بڑے بڑے توپ و بندوق سے ممکن نہیں ہے۔''

اس لئے ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اپنے معاشرہ کو منشیات کی لعنت سے پاک کریں، اس کے نقصانات کو لوگوں کے سامنے صاف انداز میں پیش کریں، نوجوانوں کو اس سے بچائیں اور تباہی کے دلدل میں پھنسنے سے ان کو روکیں، اپنے بچوں پر کڑی نظر رکھیں، ان کی صحبت اور دوستی کا جائزہ لیتے رہیں، منشیات کی قبیل کی تمام چیزوں سے سختی کے ساتھ روکیں اور ان کے دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی، روحانی و جسمانی نقصانات اور خطرات سے آگاہ کرتے رہیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارن پوریؒ

شمع روشن رہے گی

مولانا عبدالمتین منیری بھٹکلی

(حضرت مولانا سید محمد شاہد حسنی سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ

[ولادت ۵/جنوری ۱۹۵۱ء/ وفات ۶/اکتوبر ۲۰۲۳ء]

کی شخصیت پر ماہنامہ ارمغان کے قارئین کے لئے ایک تازہ ترین اور خوب صورت، پر اثر تحریر.....ادارہ ارمغان)

انسان سوچتا کچھ ہے، اور ہوتا کچھ اور ہے، اگر انسان کا ہر سوچا ہوا پورا ہونے لگے، اور اس کا ہر منصوبہ کامیابی سے ہم کنار ہو، تو اس کے خدائی کا دعوی کرنے میں کون سی کسر باقی رہ جائے گی؟

ماہ رواں کے آغاز میں مفتی ساجد کھجناوری صاحب کے مشورے سے ۱۳/ اکتوبر کو منگلور سے دہلی ہوتے ہوئے سہارنپور جانے کا ارادہ بن گیا تھا، اور ٹکٹ بھی لے لیا تھی، جہاں حضرت مولانا سید محمد شاہد حسنی صاحب سے بھی ملاقات کرنے کی خواہش تھی، ابھی ۷/ اکتوبر کو بھٹکل کے لئے رخت سفر باندھ ہی رہا تھا کہ یہ خبر دل پر بجلی بن کر گری کہ حضرت مولانا نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس دائمی سفر پر روانہ ہوگئے، جہاں سے کوئی اس دنیا میں پھر واپس نہیں آتا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان شاءاللہ اب ہمارا مظاہر علوم جانا تو ہوگا، لیکن وہاں مولانا نہیں ہوں گے، اب وہاں اس بلبل خوش نوا کو ہم نہیں پائیں گے، جن کے پاس گھنٹوں بیٹھ کر بھی تشنگان علم کی سیرابی کیا ہوتی، علمی اور روحانی پیاس اور تیز ہوجاتی تھی، جہاں گذشتہ سفر میں آپ سے شرف باریابی نصیب ہوا تھا، اب وہاں صرف آپ کی پرچھائیاں ملیں گی، اور دل میں بسی ہوئی نشست اور میزبانی کی وہ یادجو تھیں تو چند لمحات کی، لیکن اس نے دل پر ایسا احساس چھوڑا تھا گویا زندگی کا کوئی طویل سفر طے کیا ہو۔

مولانا کے فراق میں ہزاروں آنکھیں اشک بار ہیں، اور دل دکھی، کیونکہ مولانا ان لوگوں میں سے تھے، جن سے ایک ملاقات بھی مشعل راہ بن کر راہ زندگی میں روشنی دیتی ہے، مولانا ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کے ساتھ صرف ان کے عظیم خانوادے کی روشن روایات اور شاندار ماضی ہی نہیں تھا بلکہ بلکہ وہ خود بھی ان سنہری روایات کے امین اور پاسبان تھے، وہ پدرم سلطان بود کے منادی نہیں، بلکہ خود بھی ہزاروں دلوں پر بادشاہت کرتے تھے۔ان کی یادیں مدتوں دلوں کو جلا بخشتی رہیں گی، اور ان کی زندگی ایک روشن چراغ بن کر آئندہ نسلوں کو منور کرتی رہے گی۔ دنیا میں ایسی خوش نصیب جامع شخصیات شاذ ونادر ہی ملا کرتی ہیں اور جب یہ دنیا سے اٹھ جاتی ہیں، تو پھر چاروں طرف ایک خلا سا محسوس ہونے لگتا ہے۔ اور ان کی غیر موجودگی مدتوں تک دل میں پھانس بن کر چبھ جایا کرتی ہے۔آپ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم عمومی کے منصب پر فائز تھے، اور مسلم پرسنل لابورڈ کے معزز رکن تھے، اور ملت سے وابستہ مختلف تعلیمی اداروں میں متحرک تھے۔

دنیا جانتی ہے کہ آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے، جو اپنے دور کے ایک قطب وقت تھے جن کے اطراف علم، روحانیت، دعوت وتربیت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اور ملت کی رہنمائی کی ایک کہکشاں گھومتی تھی، آپ کی فراغت اکتوبر ۱۹۷۰ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے ہوئی تھی،فراغت کے سال میں آپ کے اہم اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ، مولانا محمد عاقل صاحب، اور مولانا مفتی مظفر حسینؒ، اور مولانا اسعد اللہؒ رہے، اس وقت تک حضرت شیخ الحدیثؒ کو نزول آب کی وجہ سے تدریس چھوڑے تین سال ہو چکے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ حضرت شیخ الحدیثؒ کی شاگردی سے یکسر محروم نہیں ہوئے، بلکہ آپ کو ابتدائی سالوں میں مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی دامت برکاتھم کی رفاقت میں امام صغانی کی کتاب مشارق الانوار کو آپ سے حرفاحرفا پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

یہ نظام فطرت ہے کہ نواسے کو اپنے نانا کی محبت اور اعتماد سب سے زیادہ ملا کرتا ہے، لہٰذا آپ بھی اپنے عظیم نانا علیہ الرحمۃ کی محبتوں اور اعتماد کا نمونہ تھے، خدا کا شکر ہے کہ آپ نے ان کا حق ادا کر دیا اور اپنے نانا کی علمی وروحانی میراث کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ ان کی اشاعت اور افادیت کو عام کرنے کا حق ادا کر دیا، یہ تفصیلات کا حق ادا کرنا اس ناچیز کا منصب ومقام نہیں ہے، ان شاء اللہ انہیں بیان کرنے کا حق بہتر انداز میں آپ کے ساتھ رہنے بسنے والے بیسیوں دوسرے اہل علم وقلم ادا کریں گے، اور کوئی نہ بھی کرے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ نے اپنی آپ بیتی ''حیات مستعار'' سمیت ہزاروں صفحات پر محیط اتنی تحریری یادگاریں چھوڑی ہیں جو بہت کچھ بیان کرتی ہیں۔ ہم جیسے تو دیکھی ہوئی ایک جھلک ہی کو بیان کر سکتے ہیں۔

دسمبر ۲۰۱۹ء میں اس ناچیز کا ایک سفر ہوا تھا، جس میں ہمارے مشفق مفتی ساجد کھجناوری مدیر صدائے حق گنگوہ واستاد جامعہ اشرف العلوم گنگوہ کی رہنمائی میں سہارنپور، دیوبند، گنگوہ، رائے پور، کاندھلہ، تھانہ بھون، جلال آباد، کیرانہ وغیرہ کو ایک اچٹتی نظر سے دیکھنا نصیب ہوا تھا، یہ وہ علاقہ ہے جس کی خاک نے برصغیر کی عظیم روحانی ہستیوں کو اپنی بانہوں میں چھپالیا ہے، اور یہاں کا چپہ چپہ ایک باشعور مسلمان کو دعوت دیتا ہے کہ اپنی دینی روح کو تازہ کرنے کے لئے ان کی زیارت کا شرف حاصل کرتا رہے، اس سفر کا مقصد یہ بھی تھا کہ ایک گوشہ نشیں کو علم وکتاب گروپ کے ذریعہ یہاں پر جو چند قیمتی احباب ملے ہیں، ان سے غائبانہ تعارف کے ساتھ ساتھ بالمشافہ بھی ملاقات کا شرف حاصل ہو۔ اس سفر کا ماحصل قحط الرجال کے اس دور میں حضرت مولانا سید محمد شاہد حسنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے چند گنج ہائے گراں مایہ سے شرف ملاقات حاصل کرنا بھی تھا۔

مولانا سے ملنے کے بعد ایک اہم سبق ہم نے یہ سیکھا کہ کسی شخصیت کے بارے میں صرف اس کی تقریروں، اور کتابوں کو دیکھ کر حاصل کیا گیا تصور ہمیشہ ایک مکمل تصور نہیں ہوا کرتا، شخصیت کے بارے میں کوئی منصفانہ رائے قائم کرنے کے لئے اس سے ملنا، اس کی صحبتوں میں بیٹھنا، اس کی ذات سے فیض اٹھانا بھی ضروری ہے، تقریروں اور کتابوں سے جو تصویر ذہن میں بیٹھتی ہے وہ کبھی یک طرفہ اور ناقص ہوتی ہے، دینی حمیت سے کی گئی بہت سی باتیں سن کر آپ کسی شخصیت کے اخلاق اور رویوں کے بارے میں درست رائے قائم نہیں کر سکتے، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ جسی عظیم شخصیات پر یہ بات زیادہ صادق آتی ہے، انہیں دیکھنے والے جوان کے دیوانہ وار عاشق اور ان کی ذات پر فریفتہ ہیں، اور ان سے تعرض کرتی ہوئی کوئی بات سننے کے روادار نہیں ہیں، تو اس کا بڑا سبب ان شخصیات کا وہ پہلو ہے جو آپ کو کتابوں اور تقریروں میں نہیں ملتا، یہ انہیں صرف بالمشافہ اور نزدیک سے دیکھنے والوں ہی کو نظر آتا ہے، بعض شخصیات کے جمال وجلال کے بارے میں آتا ہے کہ فوٹو گرافر کی اتاری ہوئی تصویریں ان کا ہو بہو رنگ نہیں پیش کر سکتیں۔

ایک استفسار پر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ناچیز سے فرمایا تھا کہ الفاظ کا دائرہ محدود ہوا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کرتا ہے، اور انسان کا تاثر لامحدود، محدود الفاظ لامحدود تأثر کا احاطہ نہیں کرسکتے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ کی شخصیت کچھ ایسی ہی تھی، انہیں دیکھنے کے بعد دل پر جو تاثر بیٹھتا تھا، اسے الفاظ میں محدود کرنا محال تھا۔

اللہ تعالی نے اس ناچیز کو گزشتہ چالیس سال کے دوران بڑے بڑوں کے پروگرام رکھنے اور ان کی تقاریر کا نظم کرنے کا موقع دیا، ان کی ہزاروں تقریریں سننے اور انہیں نشر کرنا نصیب ہوا، جس کا مشاہدہ آپ بھٹکلیس ڈاٹ کام پر کرسکتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے ہمیشہ ہماری دلچسپی ان تقاریر کے بجائے ان اکابر کی نجی مجلسوں میں رہی، اور ہمیں اس کا فائدہ تقریروں سے بہت زیادہ محسوس ہوا، ہمارا خیال ہے کہ مولانا شاہد صاحب کی مجلسوں میں جس طرح تعلیم وتربیت اور تجربات کے موتی تقسیم ہوتے تھے، اس کے نمونے شاذ ونادر ہی پائے جاتے ہیں۔

مولانا محمد شاہد مرحوم کو ہم نے ایک سے زیادہ مرتبہ دیکھا، لیکن حقیقی ملاقات ایک ہی رہی۔ دسمبر ۲۰۱۹ء میں، اور حقیقت تو یہ ہے اس ایک نشست نے اب تک ملاقات سے محرومی کا احساس اور شدید کردیا۔ قدرت کا اپنا نظام ہوتا ہے، اس نے ایک ہی ملاقات کے بعد محرومی کا احساس زندگی بھر کے لئے لگا دیا، بڑے لوگ کہا کرتے ہیں کہ علم میں طلب کی خواہش حصول علم سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے، جب کسی متلاشی کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ اب ضروری علم حاصل ہوگیا ہے تو پھر یہاں سے علم کا زوال شروع ہوتا ہے، اور جہاں محسوس ہوا کہ اب تک جو حاصل کیا ہے وہ سمندر کا ایک قطرہ ہے تو پھر علم میں اضافہ رکنے کا نام نہیں لیتا۔

یاد پڑتا ہے ہم نے مولانا محمد شاہد سہارنپوری مرحوم کا نام پہلے پہل ۱۹۷۶ء میں فتنۂ مودودیت نامی ایک کتابچے پر مرتب اور محشی کی حیثیت سے دیکھا تھا، اور اس وقت ہم نے اپنی عادت کے مطابق اس کی عبارتوں کو ترجمان القرآن کی فائلوں سے موازنہ کرکے پڑھنے کی کوشش کی تھی، یہ ناتجربہ کاری اور کچی عمر کا دور تھا، شعور کو بالیدگی ابھی نہیں ملی تھی، ابھی چند روز قبل فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں تدریس سے وابستگی اختیار کی تھی، ہم خوش قسمت تھے کہ مولانا شہباز اصلاحیؒ جیسی متبحر سرد وگرم دیکھی ہوئی شخصیت کی ہم لوگوں کو سرپرستی حاصل تھی، وہ اس وقت جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے منصب اہتمام پر فائز تھے، یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مولانا شہباز اصلاحیؒ کی شخصیت کے بارے میں حضرت مولانا سید محمد رابع ندویؒ کے الفاظ پیش کئے جائیں:

''ان کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ ان کی تعلیم جماعت اسلامی کی مخصوص درس گاہ مدرسۃ الاصلاح میں ہوئی تھی، پھر وہاں وہ استاد بھی رہے تھے، اور جماعت اسلامی کے رکن بھی تھے لیکن یہ بات ان کے لیے مانع نہیں بنی کہ صحیح تصوف وارشاد کے حامل بڑے علماء سے بھی وہ ربط رکھیں، اور ان کی خصوصیات وارشاد و تربیت سے بھی فائدہ اٹھائیں، چنانچہ مشہور ربانی عالم اور بزرگ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض اٹھایا، اور بعد میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ربط قائم کیا، اور جب تک صحت اس قابل رہی کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وطن تکیہ کلاں رائے بریلی میں رمضان کے زمانے میں آ کر رہیں، اور رمضان کے معمولات میں آ کر شریک ہوں، اس کو معمول بنائے رکھا، بلکہ رمضان میں اپنے دورانِ قیام مسجد میں ہونے والی جماعتوں کی امامت بھی کرتے رہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ دوسرے امامت کرنے والوں کی موجودگی میں انھیں کو آگے بڑھاتے تھے۔ رمضان میں ندوۃ العلماء کے طلبہ، اساتذہ اور مولانا علی میاں کے دیگر مسترشدین میں سے جو حضرات آتے علم دین کے پہلو کے لحاظ سے ان کو فائدہ بھی پہنچاتے، اور درس کی ذمہ داری بھی انجام دیتے، اور یہ سلسلہ ان کی معذوری صحت تک جاری رہا''۔

(یادوں کے چراغ۔ ص ۲۲۵)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مولانا شہباز اصلاحیؒ کے سامنے جب ہم نے فتنہ مودودیت کے حوالوں کے بارے میں چند اشکالات کا تذکرہ کیا، تو مولانا نے فرمایا کہ:

''یہ کوئی مستقل کتاب نہیں ہے، بلکہ ایک شیخ الحدیث کا اپنے مدرسے کے شیخ تفسیر کے نام ۱۹۵۱ء میں لکھا گیا ایک خط ہے، شیخ التفسیر کوئی ہم جیسے طفل مکتب تھوڑے ہیں کہ ان کے سامنے کتابوں سے لمبی لمبی عبارتیں پیش کی جائیں، مدرسے کے ایک بڑے استاد نے دوسرے بڑے استاد کو خط لکھا، جس میں عبارتیں مکمل نقل کرنے کے بجائے مختصر عبارتوں اور اشاروں پر اکتفا کیا گیا۔ حضرت شیخ پرانے طرز کے عالم دین ہیں، ان کی تحریریں موڈرن انداز کی نہیں ہوسکتیں، جبکہ مولانا مودودیؒ کا اندازعصری ہے، اور آپ تحریر میں بڑی مہارت رکھتے ہیں، وہ پکڑ میں نہیں آتے، اور ان کی عبارتوں پر گرفت کرنا بہت مشکل کام ہے، آپ کی تحریروں کی حیثیت ٹائفائڈ کی گولی جیسی ہے، اس میں سردرد، بخار، بدہضمی اور کئی ساری بیماریوں کا علاج ہوتا ہے، لیکن اگر کسی کو سردرد نہیں ہے، بخار اور بدہضمی ہے تو اس میں سے سردرد کی دوا الگ کرنے کو کہا جائے تو اسے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا مودودی کی تحریروں کے ایک ایک جزء کو الگ کرکے اسے غلط ثابت کرنا مشکل کام ہے، لیکن ان تحریروں کو پڑھنے والا جو عمومی تاثر اور ردعمل لے کر اٹھتا ہے، وہ وہی ہے جس پر پکڑ حضرت شیخ الحدیثؒ نے کی ہے۔

ایک انسان کا مقصد تخلیق، عبادت ہے، اور نماز اس کی علامت ہے، نماز قائم کرنے کے لئے جہاد قائم کیا جائے گا، لیکن جہاد قائم کرنے کے لئے نماز نہیں، نماز مقصد ہے اور جہاد وسیلہ، خطبات اور خاص طور پر اس کا چھٹا حصہ حقیقت جہاد پڑھنے پر ایک قاری یہ تصور لے کر اٹھتا ہے کہ نماز روزہ زکوۃ اور حج وسیلہ ہیں اور یہ تربیت جہاد کا ذریعہ ہیں، اصل مقصود جہاد اور حکومت الہیہ ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے مراسلہ میں یہی حقیقت اجاگر کی ہے کہ نماز اصل مقصود ہے، جہاد اور حکومت الہیہ اس کے قیام کا وسیلہ، اور یہی بات درست ہے۔ مولانا مودودی کی اپنی تحریروں میں عبادت کے تصور کو جتنی وسعت دی گئی ہے، درست نہیں ہے، اس کی وجہ سے جماعت کے وابستگان میں بدنی عبادتوں کا وہ اہتمام نہیں رہا ہے، جو ان بزرگان کے یہاں پایا جاتا ہے''۔

حضرت شیخ الحدیثؒ بڑے کثیر التصانیف بزرگ تھے، لیکن ان میں سے تبلیغی نصاب اور اوجز المسالک کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی، مولانا شاہد صاحب نے اپنے نانا کے جملہ آثار علمیہ مکاتیب، اور دوسری کتابوں کو منظر عام پر لانے کے اور ان کے ترجمے وتعارف کے لئے زندگی وقف کردی، اور جس طرح مظاہر علوم کے اکابر کی زندگیوں کے نقوش اور تاریخ کو تحریری شکل میں مدوّن کیا، اسے ان شاءاللہ صدیوں یاد رکھا جائے گا، یہ مواد مدرسہ مظاہر علوم کے تشخص اور روایات کی حفاظت کا امین بنے گا۔ کیونکہ جس طرح یہاں کے بزرگان کی سیرت کے نقوش محفوظ ہوگئے ہیں، ان نمونوں کی موجودگی سے ان پر آئندہ نسلوں کو چلنا آسان ہوگا۔ یہ مولانا کا ایسا کارنامہ ہے جس پر آئندہ نسلیں آپ کی احسان مندرہیں گی۔

مولانا مرحوم کو کئی بار دیکھنا نصیب ہوا، دبئی میں جب آئے تھے، تو تبلیغی جماعت اور معتقدین کے جھرمٹ میں رہتے تھے، ہم جیسے انہیں دور ہی سے دیکھ سکتے تھے، لیکن جب مولانا محمد غزالی خطیبی صاحب کی رحلت کے بعد بنگلور سے خاص طور پر آٹھ نو گھنٹے کا سفر طے کرکے صرف تعزیت کے ارادے سے بھٹکل تشریف لائے تو محسوس ہوا کہ یہ کتنے بڑے ظرف کے لوگ ہیں، اعلی خاندانی روایات کی پاس داری ان کے رگ وپے میں کتنی رچی بسی ہوئی ہے، حضرت مولانا زبیر الحسن بن حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ آپ کے یار غار تھے، دونوں کی اٹھان ایک ساتھ ہوئی تھی، دونوں ایک دوسرے کے برادر نسبی اور بہنوئی تھے، اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سمدھی بھی، مولانا غزالی صاحب نے مولانا زبیر الحسن کے ساتھ مرکز نظام الدین میں ایک ساتھ تین عشروں سے زیادہ عرصہ گذارا تھا، اس نسبت کے ساتھ ذاتی روابط انہیں اتنا طویل سفر کرکے بمشکل کھینچ لائے تھے۔

مولانا سید محمد شاہد صاحب سے مختصر سی ملاقات میں محسوس ہوا کہ اختلاف اور مخالفت کا جو باریک فرق عموماً ہمارے حلقوں میں مفقود ہوتا جارہا ہے، یہ فرق آپ کے یہاں بہ درجہ اتم پایا جاتا تھا، کسی مصنف کی کتاب عام ہوجائے، تو اس سے اختلاف اور تنقید کبھی کبھار ایک فرض منصبی بن جاتا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ اختلاف دشمنی اور اس مصنف سے محبت کرنے والوں سے نفرت کا ذریعہ نہ بنے، اور بلاضرورت ان تمام قابل اعتراض باتوں کو ان مصنفین سے کسی وجہ سے محبت کرنے والوں پر چسپاں نہ کیا جائے اور ملنے جلنے کی راہوں کو مسدود نہ کیا جائے تو یہ بھی ایک اہم ضرورت بن جاتی ہے، مولانا شاہد صاحب کی باتوں سے ان نزاکتوں کی جانکاری کا احساس ہوا، یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان کی باتوں میں تکلف اور تصنع کی گنجائش نہیں پائی جاتی تھی، ان کا ظاہر و باطن ایک محسوس ہوتا تھا، تحریک آزادی میں علماء مظاہر علوم کے کردار پر ان کی کتاب کے سلسلے میں بڑی بے تکلفی سے وہ بیان کررہے تھے کہ اس کے رسم اجراء میں سبھی مکاتب فکر کے علماء کو دعوت دی گئی تھی، جماعت اسلامی کے لوگ بھی آئے تھے، مولانا رفیق احمد قاسمی مرحوم نے بھی اسٹیج پر آکر بڑی اچھی تقریر کی تھی۔

مولانا نے تو نہیں کہا لیکن ہمیں شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ نہ صرف ہماری بعض دینی جماعتیں، بلکہ ہمارے اہل علم بھی بہت دفعہ اس بات کا ادراک نہیں کرپاتے کہ مسلمانوں کا سواد اعظم چاہے وہ عوام الناس پر مشتمل ہو چاہے دانشوروں پر، دینی امور میں مرجعیت کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں وہ کسی روایتی دارالعلوم کے فارغ التحصیل، اور مستند علماء، مسجد و مدرسہ سے وابستہ شخصیت ہی کی مرجعیت قبول کرتا ہے، یہ بات صرف برصغیر تک محدود نہیں ہے، بلکہ سعودی عرب، عراق و شام، مراکش، مصر، سوڈان وغیرہ اسلامی ممالک میں یہی صورت حال ہے، ملکی صحافت، میڈیا اور دوسری کتابوں میں جو بھی مشہور نام ہوں، زمینی حقیقت تو یہی ہے محلوں محلوں اور دیہاتوں میں انہی کا ڈنکا بجتا ہے۔ آپ جامع ازہر میں لاکھ نقص نکالیں، مصر کے عوام کی جذباتی وابستگی اب تک اس ادارے سے نہیں ٹوٹی، اس کا تقدس اب تک دلوں میں باقی ہے، آج بھی وہاں کوئی دینی تحریک اگر اس ادارے سے وابستہ نہ ہو، عامۃ الناس اور دانشوروں میں اس کی پذیرائی نہیں ہوپاتی، چاہے آپ اپنے چند چاہنے والوں کی زبان پر یا اخبارات ورسائل پر مقبولیت کی کتنی ہی کہانیاں سنیں، اس وقت برصغیر میں بھی کئی ایک تنظیمیں اسلام اور مسلمانوں کی قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہیں، لیکن سواد اعظم میں مستند مانے جانے والے دینی تعلیمی اداروں سے قیادت کے روابط اور وابستگی میں کمی اور ان میں مسجد و محراب کو سنبھالنے والی شخصیات کے فقدان کی وجہ سے وہ نہیں کرپارہی ہیں جن کی انجام دہی کا وہ خواب دیکھا کرتی ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے، ان کی یادانہیں دیکھنے والوں کو بہت آئے گی، وہ خوش قسمت تھے جو اپنے پیچھے انہیں یاد رکھنے کے لئے بہت سارا قیمتی سرمایہ چھوڑ گئے، انہوں نے اپنے پیچھے ذریت صالحہ بھی چھوڑی، جو ان کے مشن کو ان شاء اللہ آگے بڑھائے گی، آپ کے جانشین مولانا سید محمد صالح صاحب سے بڑی توقعات وابستہ ہیں، ہمیں یقین ہے کہ ان شاء اللہ وہ ''شبل میں ذلک الاسد'' کے مصداق ثابت ہوں گے، اور چراغ سے چراغ جلتا رہے گا، اور نسلاً بعد نسل تک اس خانوادے کے فیوض سے دنیا رہنمائی پاتی رہے گی۔

اللہ تعالی آپ کے درجات بلند کرے۔ رہے نام اللہ کا، وہی باقی اور دائم ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

سعد ادریس ولی اللھی

دیو بند میں رابطہ مدارس اسلامیہ کا اجلاس

دارالعلوم دیوبند میں کل ہند رابطہ مدارس اسلامیہ کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس مہمان خانہ میں، دارالعلوم کے مہتمم صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا، اس اجلاس میں نظام تعلیم وتربیت کی بہتری واستحکام، تدریب المعلمین کا نظام، اصلاح معاشرہ کی جد وجہد، بڑھتے ہوئے ارتدادی واقعات کی روک تھام، ملک میں منظّم مکاتب کے قیام کی تحریک وغیرہ سے متعلق اہم فیصلے لئے گئے۔اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے دارالعلوم کے صدر مدرس،و صدر جمعیت علمائے ہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی نے توجہ دلائی کہ نظام تعلیم میں پختگی کے لئے ضروری ہے کہ ذمہ داران مدارس عربی درجات کے ابتدائی تین سالوں کی تعلیم پر بھرپور توجہ دیں۔ مفتی محمد راشد صاحب اعظمی نائب مہتمم نے مدارس اسلامیہ اور عصری تعلیم کے نظام پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ذمہ داران مدارس آج کی ان تجاویز پر خصوصی توجہ دیں۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کا تین روزہ سیمنار

ملک کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے زیر اہتمام فقہی سیمنار ہفتہ اور اتوار کو منعقد ہوا، سیمنار میں ملک بھر کے اہم علماء اور مفتیان کرام شریک ہوئے، اور حساس موضوعات پر مذاکرہ کیا،ان میں عوامی مقامات پر نماز پڑھنے اور خواتین کے مساجد میں داخلے سمیت اہم مسائل پر گفتگو ہوئی، جب کہ اگلی نشست میں سونا چاندی کے نصاب کا معیار اور ضم نصاب کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی، تینوں اہم موضوعات پر اتفاق رائے سے تجاویز منظور کی گئیں، جن کو آخری نشست میں پیش کیا گیا، سیمنار میں جن تین اہم موضوعات پر اجتماعی غور وخوض ہوا وہ یہ ہیں: (1) عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ (2) مساجد میں خواتین کی آمد کا شرعی حکم (3) نصابِ زکوٰۃ کے معیار اور ضمِّ نصاب کے مسئلے سے متعلق چند سوالات -سیمنار کا طریقہ یہ ہے کہ کئی ماہ قبل مقالات منگوا لیے جاتے ہیں- ان کا خلاصہ تیار کروالیا جاتا ہے- سیمنار کے موقع پر تمام شرکاء کو خلاصہ فراہم کر دیا جاتا ہے- اس کے علاوہ ہر موضوع پر اجلاس کے وقت ایک صاحب کو عرضِ مسئلہ کے لیے کہا جاتا ہے- وہ تمام مقالہ نگاروں کی آرا کا تجزیہ اور محاکمہ کرتے ہوئے ترجیحی آراء اور ان کے دلائل بھی ذکر کرتے ہیں- اس کے بعد شرکاء کو مباحثہ کی دعوت کی جاتی ہے-موضوع کے تمام پہلوؤں پر کھل کر بحث ہوتی ہے- پھر ایک کمیٹی بنا دی جاتی ہے، جو تمام مقالات کے مباحثوں کی روشنی میں تجاویز مرتب کرتی ہے-انہیں شرکاء کے ذریعے منظور کر کے عام کر دیا جاتا ہے

اس موقع پر ندوہ کے ناظم اعلیٰ مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی نے کہا نئے مسائل میں اجتماعی غور وخوض کرتے ہوئے نصوص کو پیش رکھیں، اور حالات کو دیکھتے ہوئے امت کے لئے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

مولانا ظفر عالم ندوی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، اور مفتی عتیق احمد بستوی جنرل سکریٹری مجلس تحقیقات شرعیہ نے سیمنار کی مسلسل نگرانی کی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

اس سیمنار کے اہم شرکاء میں مفتی عبید اللہ اسعدی، مولانا رحمت اللہ کشمیری، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی نذیر احمد کشمیری، مفتی نور علی اعظمی، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی، ڈاکٹر فہیم اختر ندوی، ڈاکٹر کلیم اللہ عمر آباد، مفتی مسعود حسن حسنی، مولانا منور سلطان ندوی اور پھلت سے ڈاکٹر مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی کے نام شامل ہیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: کیا زکاۃ کی رقم مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

ج: زکاۃ اور صدقاتِ واجبہ (مثلاً: نذر، کفارہ، فدیہ اور صدقہ فطر) ادا ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے کسی مسلمان مستحقِ زکاۃ شخص کو بغیر عوض کے مالک بنا کر دیا جائے؛ اس لیے مساجد کی تعمیر وغیرہ پر زکاۃ کی رقم نہیں لگائی جاسکتی؛ کیوں کہ اس میں تملیک نہیں پائی جاتی، اور مسجد کے عملہ کی تنخواہوں میں بھی زکاۃ کی رقم استعمال نہیں کی جاسکتی، اس لیے تنخواہ کام کے عوض میں ہوتی ہے کہ جب کہ زکاۃ میں بغیر عوض کے مستحق کو مالک بنا کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ البتہ نفلی صدقات اور عطیات مسجد میں دیئے جاسکتے ہیں۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

لایجوز أن یبنی بالزکاۃ المسجد، وکذا القناطر والسقایات، وإصلاح الطرقات، وکری الأنهار والحج والجهاد، وکل ما لا تملیک فیه، ولایجوز أن یکفن بها میت، ولایقضی بها دین المیت، کذا فی التبیین (1/188 کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ط: رشیدیہ) فقط واللہ اعلم

س: ہاسپٹل میں بچی کی ولادت ہوئی ایک مولانا نے آکر اس کے کان میں اذان دی اور بھی جتنے نوزائیدہ بچے تھے سبھی کے تو کیا اذان دینے والے کو پیسہ دینا ضروری ہے؟

ج: پیسے دینا شرعاً ضروری اور واجب نہیں ہے تاہم یہ خوشی کا موقع ہے اگر بہ خوشی اذان دینے والے کو کچھ دے دیں تو اس میں کچھ حرج یا مانع بات نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

س: کرسی پر بیٹھ کر سونے سے وضو ٹوٹ گیا یا باقی رہا، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: اگر کرسی پر سونے والے نے ہاتھ یا کمر سے اس طرح ٹیک لگا رکھی ہو کہ اس ٹیک کو ہٹا دیا جائے تو وہ گر جائے تو ایسی حالت میں سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ کرسی پر ٹیک لگائے بغیر سیدھا بیٹھا ہے اور اس کی آنکھ لگ گئی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) (1/141)

س: زکوٰۃ، صدقہ اور خیرات میں کیا فرق ہے؟ (۲) یہ کن کن لوگوں کو دیا جاسکتا ہے؟ تفصیل کے ساتھ رہنمائی فرمائیں۔

ج: (۱) زکوٰۃ اسلام کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے، جو صاحب نصاب پر خاص شرطوں کے ساتھ فرض ہوتا ہے اور صدقات؛ واجبہ اور نفلی دونوں ہوتے ہیں، واجب جیسے: صدقہ فطر۔ خیرات کا لفظ صدقہ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(۲) زکات اور صدقات واجبہ کے مصارف متعین ہیں، یعنی غربا و مساکین ہیں، جن میں تملیک (مالک بنانا) شرط ہے، جب کہ نفلی صدقات کسی بھی خیر کے کام میں لگائے جاسکتے ہیں، اس میں تملیک شرط نہیں ہوتی ہے، یہاں تک کہ مالدار کو بھی نفلی صدقہ دیا جاسکتا ہے۔

س: زینب کے پاس دو تولہ سے کم سونا اور تقریباً آدھا کلو گرام سے کم چاندی ہے، یعنی کوئی بھی نصاب زکوٰۃ کا مکمل نہیں ہے تو کیا اس سامان پر بھی زکاۃ فرض ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں اگر دونوں چیزوں، یعنی سونا اور چاندی کی مجموعی مالیت چاندی کے نصاب، یعنی [چھ سو بارہ گرام تین سو ساٹھ ملی گرام] کی مالیت کو پہنچ جاتی ہے، تو حسبِ شرائط زکاۃ فرض ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مولانا شہر کے ایک مشہور مکتب میں اس نیت سے پہنچے کہ دور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

ہمارا نصاب تعلیم کیسا ہو؟ تحفظاتی یا دعوتی

دور تک یہاں کی تعلیم وتربیت کا شہرہ ہے، یہاں کے نظام کو دیکھ کر اپنے یہاں بھی، یہاں کی انتظامیہ اور اساتذہ کی رہنمائی میں مکتب قائم کریں گے۔ مکتب کا نظم وضبط اور سلیقہ وصفائی دیکھ کر دل بہت خوش ہوا، مگر چونکہ مولانا محترم ایک عرصہ سے دعوت دین سے عملا وابستہ ہیں، اور اس وابستگی کے بعد ان کا قرآن سنت کے مطالعہ سے، تعلیم وتعلم، حتی کہ روزگار، تجارت زراعت کو بھی خیر القرون میں صحابہ کی زندگی خصوصا سیرت پاک کی کسوٹی سے دیکھنے کا زاویہ نگاہ بالکل پختہ ہو گیا ہے، اس لئے پہلی کلاس سے ایک ایک درجہ میں تھوڑی دیر لگانے کے بعد، وہ پنجم کی کلاس تک پہنچے، استاد محترم جو عالم دین تھے انھوں نے وہاں کی تعلیمی وتربیتی خصوصیات کے بارے میں بتایا، اور چند طلبہ سے قرآن مجید اور حفظ کی ہوئی احادیث اور عصری تعلیم کے نمونے دکھلائے اور سنوائے۔ مولانا محترم کہتے ہیں مجھے خیال ہوا کہ اپنے دھندے کے بارے میں کچھ دیکھ لیں، انہوں نے مکتب کے ذمہ دار سے درخواست کی کہ میں کلاس کو جمع کرکے کچھ بات کرسکتا ہوں؟ انھوں نے کہا جی ضرور بڑے شوق سے۔ ایک کلاس کو جمع کرکے مولانا نے ذمہ داروں کی اجازت سے بچوں سے سوال کرنا شروع کیا۔ ایک کے بعد ایک سوال کئے، بچے ایک زبان ہوکر جواب دیتے رہے، مولانا نے پوچھا: بتاؤ ہمارا مالک کون ہے؟ سب نے کہا: اللہ۔ مولانا نے بہت شاباشی دی، پھر سوال کیا آسمان کو کس نے بنایا؟ سب نے پرجوش ہوکر جواب دیا: اللہ نے۔ مولانا نے پھر شاباشی دی، اور سوال کیا: زمین کو کس نے بنایا، سورج چاند کس نے بنائے؟ سب بچے جواب دے رہے تھے۔ مولانا نے پھر پوچھا: اچھا بچو! یہ بتاؤ ہمیں کس نے پیدا کیا؟ بچوں نے کہا: اللہ تعالی نے۔ اب مولانا نے کہا کہ اب جو سوال کروں گا، تو سب بچے جواب نہیں دیں گے بلکہ جس سے معلوم کروں گا وہی جواب دے گا۔ مولانا نے پوچھا کہ ہم مسلمانوں کو تو ہمارے اللہ نے پیدا کیا ہے، اب یہ سوال ہے کہ ہندوؤں کو کس نے پیدا کیا؟ مولانا نے الگ الگ ایک ایک بچے کو کھڑا کیا اور پوچھا، تم بتاؤ، ایک کے بعد سب نے کہا ان کے بھگوان نے پیدا کیا، ایک دو نے یہ بھی کہا: رام نے۔ مولانا نے پھر سوال کیا: اچھا بتاؤ عیسائیوں کو کس نے پیدا کیا؟ تو بچوں نے بتایا کہ ان کے گوڈ God نے۔ مولانا نے مکتب کے ذمہ دار جو ایک عالم دین تھے، ان سے بڑے درد کے ساتھ عرض کیا، اس عقیدہ کے ساتھ اگر ہم اپنے بچوں کی تربیت کر رہے ہیں، کہ ہم مسلمانوں کو ہمارے اللہ نے پیدا کیا ہے، اور ہندوؤں کو ان کے بھگوان نے، اور عیسائیوں کو ان کے گوڈ نے، تو اس عقیدہ کے ساتھ جینے اور مرنے والوں کو آپ مؤحد اور مومن کہہ سکتے ہیں، اور ان کے شرک میں آپ کو کسی طرح کا شک ہے کیا؟ مولانا نے بتایا میرا یہ تجربہ بہت سے مکاتب کا ہے، اور ہر جگہ یہی صورت حال سامنے آئی۔

یہ سوچ اور فکر امت کی اپنے منصبی فریضہ سے مجرمانہ غفلت کا نتیجہ ہے، غیر دعوتی مزاج کے ساتھ تعلیم وتربیت، عقیدہ وفکر سازی کی وجہ سے، امت کے اس طبقہ میں جو دیندار کہلایا جاتا ہے، اور اپنی نسلوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے فکر مند اور حساس سمجھا جاتا ہے، ان میں اپنے خونی رشتے کے برادران وطن سے دعوتی ہمدردی اور خیر خواہی کے بجائے، ان کو کفر وشرک سے نکالنے اور بچانے کی فکر کے بجائے، دل میں ان کی حد درجہ نفرت اور حقارت کو ہی دینداری سمجھا جاتا ہے، اور پڑوس میں رہنے والے، کاروبار کرنے والے، برادران وطن، جو بعض مرتبہ ہمارے قریبی رشتہ دار اور اہل خاندان سے زیادہ ہمارے دکھ درد میں کام آتے ہیں، ان کے خلاف ابوجہل اور ابولہب کی طرح نفرت دل میں پائی جاتی ہے۔ پوری دنیا کے ماہرین نفسیات کا اتفاق ہے کہ معصوم بچوں کے پاک صاف دل ودماغ اور فکر کی تختی پر اس کی ابتدائی عمر میں جو چیز بھی دی جاتی ہے، وہ نقش کالحجر ثابت ہوتی ہے۔ کسی راز داں نے خوب کہا ہے:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

کاش امت کے دانشور اور ماہرین تعلیم اپنے نصاب اور نظام تعلیم وتربیت کا نئے سرے سے جائزہ لے کر اس دفاعی اور تحفظاتی فکر کے بجائے اقدامی خیرخواہانہ دعوتی نصاب اور نظام بنانے کی فکر کریں

مولانا محمّد کلیم صدیقی